ہیرور
جہانِ نعت

سیدالشعرا محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی جیلانی سید کچھوچھوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدۂ معراجیہ کے

فنی، ادبی اور علمی محاسن پر اولین خصوصی

قصیدہ معراج نمبر

تصحیح قصیدۂ معراجیہ
پروفیسر سید طارق سعید

تحریک و پیشکش
محمد بشارت علی صدیقی

مرتب
غلام ربانی فدا

رابطہ
The EditorJAHAN-E-NAAT
.#83-200 Janta Plot HIRUR
Post: Hirur, Tq: Hangal,
Dist:Haveri-581104(karnatak)
Email:gulamrabbanifida@gmail.com
_jahanenaat@gmail.com
www. jahanenaat .yoalsite.com
Mobile:+91-9741277047

نوٹ: ڈاک کی بدنظمی کی باعث اکثر ڈاک نہیں ملتی یا تاخیر کا شکار ہوتی ہے، مضمون نگار حضرات برائے کرم اپنی مضامین ای میل کریں

}نمبر : قصیدۂ معراجیہ نمبر

}......کلام/قصیدہ نگار: محدث اعظم علامہ مولانا سید محمد اشرفی جیلانی سید کچھوچھوی رضی اللہ عنہ

}......تحریک وپیشکش: محمد بشارت علی صدیقی اشرفی۔

}......تصحیح قصیدۂ معراجیہ: پروفیسر سید طارق سعید (صدر شعبۂ اردو، ساکت پی جی کالج، اودھ یونیورسٹی، فیض آباد)

}......ترتیب ڈاکٹر غلام ربانی فداؔ۔

}......باہتمام : محمد بشارت علی صدیقی اشرفی، جدہ-حجاز مقدس۔

}......ناشرین : ادارہ جہان نعت ہیرور، **اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن**، حیدرآباد، دکن۔

}......پہلا ایڈیشن : ۱۴۳۶ھ / ۲۰۱۶ء

}......صفحات : 136

}......ہدیہ : 100 روپے

ملنے کے پتے

☆...... سُنّی پبلی کیشنز، دریا گنج، دہلی۔ 09867934085

☆...... اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد۔ 09502314649

☆...... مکتبہ انوار مصطفیٰ، مغلپورہ، حیدرآباد۔ 09966352740

☆...... مکتبہ نور الاسلام، شاہ علی بنڈہ، حیدرآد۔ 09966387400

☆...... مکتبہ شیخ الاسلام، احمد آباد، گجرات۔ 09624221212

☆...... عرشی کتاب گھر، میر عالم منڈی، حیدرآباد۔ 09440068759

☆...... محدث اعظم مشن، محبوب نگر، تلنگانہ۔ 09848155170

☆...... مدنی فاؤنڈیشن، ہبلی، کرناٹکہ۔

فہرست

انتساب		4
حمد	تنویر پھول	5
نعت	عزیز احسن	6
قصیدہ نوفل	منظوم ترجمہ عزیز احسن	7
ابتدائیہ	غلام ربانی فدا	11

مقالات و مضامین

نقش حیات	مولانا ذاکر حسین راج محلی	13
حضرت سید کچھوچھوی کا قصیدۂ معراجیہ	ڈاکٹر فرحت علی صدیقی	35
سید الشعرا کا قصیدہ معراجیہ	ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی	61
قصیدہ معراجیہ میں حقائق کی جلوہ گری	مفتی توفیق احسن	77
قصیدہ معراج اور ذکر معراج	مولانا ادریس رضوی	92
پہلے اسے پڑھیے	محمد ایوب	98
قصیدۂ معراج	حضور محدث اعظم ہند	102
خطوط	قارئین کا ردعمل	133

انتساب

والد محدث اعظم ہند
حکیم الاسلام حضرت علامہ مولانا
حکیم سید نذر اشرف اشرفی جیلانی
فاضل کچھوچھوی
علیہ الرحمہ

حمدِ باری تعالیٰ

ہر سر کو اُس کے سامنے جھک جانا چاہیئے
ہر ہر قدم پہ سجدہ ء شکرانہ چاہیئے
ہر دَم نظر میں اُس کی ہماری ضرورتیں
وہ جانتا ہے آب ، ہوا ، کھانا چاہیئے
اُس کا ہے خوانِ یغما زمیں پر بچھا ہُوا
سامانِ رزق خَلق کو روزانہ چاہیئے
بے شک وہ کارساز ہے، نعم الوکیل ہے
اُس پر بھروسا کر کے نہ گھبرانا چاہیئے
توبہ ہو صدق دل سے، وہ بخشے گا ہر گناہ
آنسو کا تیری آنکھ میں دُردانہ چاہیئے
سجدوں سے خوش وہ ہوتا ہے ،دیتا ہے قربتیں ا
لیکن صمیمِ قلب سے نذرانہ چاہیئے
شیطاں کا دستِ راست بنا منکرِ خدا ۲ ہرگز
نہ ملحدین سے یارانہ چاہیئے
رب کی کتاب نور ہے،دل میں اسے بسا
پُر نور تجھ کو دل کا جو کاشانہ چاہیئے
اُس کا پیامِ آخری قرآں ہے بے گماں
پیغام اُس کا پھولؔ ! یہ پھیلانا چاہیئے

☆تنویر پھولؔ (امریکہ)

ا سورۃ العلق کی آخری آیت ۲ آج کل ملحدین مسلمانوں جیسے نام رکھ کر خدا کے وجود کا انکار کر رہے ہیں اور اپنے عمل کو بزعم خود ”دانشوری“ قرار دے رہے ہیں، وہ منافق ہیں اور اُن کا ٹھکانا دوزخ کا سب سے نچلا طبقہ ہے (سورۃ النساء ،آیت نمبر ۱۴۵)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شعرِ عقیدتِ نبیﷺ خوب عطا ہوا مجھے
شکر، ہزار شکرِ رب،رزقِ ثنا ملا مجھے
عشقِ مجاز کا طلسم ، جلد ہی محو ہوگیا
شوقِ نوشتِ نعت نے ایسا مزہ دیا مجھے
صرف مُطاع ہیں نبیؐ ان کے سوا کوئی نہیں
راہِ عمل میں چاہیے آپ ﷺ کا نقشِ پا مجھے
حُبِّ نبیﷺ نے کھول دی راہِ نعوت کلک پر
ذکرِ نبیﷺ نے کردیا ، درد سے آشنا مجھے
شوکتِ سنجروسلیم ، جچتی نہیں نگاہ میں
عشقِ بلالؓ دے گیا ایسا اک آئینہ مجھے
بے عملی کا ہے مرض ، اس سے نجات کے لیے
پیرویِ رسولﷺ کی دیدے کوئی دوا مجھے
دعویء عشق کا فقط ایک عِیار ہے ، عمل
عہدِ صحابہء نبیؐ درس یہ دے گیا مجھے
جذبہء خندق و حنین کاش نصیب ہوسکے
طولِ امل کے درد سے چاہیے اب شِفا مجھے
نغمہء عشقِ مصطفٰےﷺ اپنی جگہ عزیزؔ من
بے عملی بناگئی ' شیر بساط کا مجھے

عزیزؔ احسن............

قصیدہء نعتیہ..................ورقہ بن نوفل

(پہلا باقاعدہ نعتیہ قصیدہ)

آزاد منظوم ترجمہ......................عزیز احسن

انتظار اک واقعے کا اس قدر میں نے کیا
جس نے مجھ کو مستعد رکھا سدا
گو کہ میں رو رو کے آخر
وقت کی دہلیز پر، تھک ہار کر
چپ ہو گیا!
میں نصیحت کا تمنائی ہمیشہ ہی رہا
ایک کے بعد ایک وصف ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سنا
جس دم خدیجہ سے (یقیں میرا بڑھا!)
اے خدیجہؓ تو نے جو اوصاف بتلائے تھے (اس صالح جواں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے)
ان کو سن کر بڑھ گیا ہے انتظار اس وقت کا
(جب نبوت کا کریں اعلان وہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برحق نبی!)
انتظار ایسا کہ جو ہوتا رہا بے حد طویل
(ہاں) خدیجہ! مجھ کو ہے امیدِ واثق
تو نے جو باتیں کہی ہیں

ان کو ظاہر ہو کے رہنا ہے ضرور!!!
درمیاں مکے کے دو بطنوں کے
ظاہر ہوں گے سب آثار جتنے تو نے بتلائے مجھے
یہ نہیں مجھ کو گوارا......قولِ قِس باطل ٹھہر جائے یہاں
یا غلط ہو جائیں وہ باتیں
جو کہتے آئے ہیں رُہبانِ دیں!
بالیقیں ہوں گے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سردارِ (کل)
ان کی جانب سے کرے گا بحث جو کوئی
وہ غلبہ پائے گا!!!
ہے یقیں مجھ کو کہ پھیلے گی ہدایت ہر طرف
ہر شہر میں!
روشنی مخلوقِ رب کو سیدھے رستے
لائے گی!
اور بکھرنے سے بچالے گی وہ ہر اک قوم کو
جنگ، جو ان سے کرے گا وہ یقینا
ہو کے پسپا، مضمحل ہو جائے گا!
ہاں مگر جس نے بھی ان کی پیروی کرنے میں
اپنی جاں کھپا دی
وہ ظفر مندوں میں ہوگا!
اب تمنا ہے کہ میں، اے کاش!
زندہ رہ سکوں اس وقت تک
جب ہو مری پشین گوئی کا
ہر اک منظر نمایاں اور روشن!!!
میں رہوں زندہ تو دیکھوں

وہ ظہورِ دینِ حق آنکھوں سے اپنی
اور بنوں سب سے زیادہ حصہ دار
اس دیں میں داخل ہونے والے
مؤمنوں کا!
ہو کراہت جس سے مشرک قرشیوں کو!
بس وہی شئے (اور وہی پیغام) میری سربلندی کا ہو ضامن
ہے یہی امید رب سے!!!
(ہاں سنو! ام القریٰ کے مشرکوں کو)
اب بڑی ذلت ملے گی!
اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی
گراوٹ اور ذلت...... بدنصیبوں کی؟
کہ وہ ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی عظمت کے ہوں منکر
جنہیں رب نے زمیں تا آسماں
اونچے ہی برجوں کے لیے
پیدا کیا ہے؟
کہ جو (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اعلیٰ مَناصِب کے لیے ہی مُنتَخَب ہیں
انہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کے ہو کے منکر
(عداوت پر اتر آئیں وہ ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی)
رہیں وہ بھی یہیں، اور میں بھی پالوں وہ زمانہ
تو پھر (واللہ!) وہ بھی دیکھ لیں گے
یہ سارے واقعے (آنکھوں سے اپنی)
وہ سب آہ و بکا مل کر کریں گے!!!
اگر مرجاؤں میں، اس دن سے پہلے!
تو یہ خوش خُلق و باہمت جواں مردِ (رَجائی)!

قضا کے اور قدَرْ کے فیصلوں پر
اٹھایا جائے گا اک دن جہاں سے
یہاں سے بالیقیں جانا ہی ہوگا!!!

....

(سفرِ شام سے واپسی کے بعد جب حضرت خدیجہؓ (ام المؤمنین) نے اپنے غلام میسرہ کی زبانی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصاف اور بُحَیرہ و نسطورا (راہبوں) کی باتیں سنیں تو ورقہ بن نوفل سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر کیا۔ بزرگ ورقہ الٰہیات کے بہت بڑے عالم تھے اور مذہباً عیسائی۔ ورقہ نے اس موقع پر وہ مشہور قصیدہ کہا جسے بعض سیرۃ نگاروں نے وحیِ اُولیٰ کے واقعہ سے منسوب کیا ہے۔ (وحیِ اولیٰ سے) یہ انتساب درست نہیں۔ (ارشاد: شاکر اعوان، عہدِ رسالت میں نعت، مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور، طبعِ اول جنوری ۱۹۹۳ء، ص ۳۸) ☆عزیزؔ احسن

ابتدائیہ

قصیدۂ معراجیہ کا اشاعتی سفر

جہان نعت کا تازہ شمارہ تاج الشعرا سید محمد سیدؔ کچھوچھوی کے قصیدہ معراجیہ نمبر پر مشتمل ہے۔الحمدللہ یہ جہان نعت ایک دہا مکمل کرنے جا رہا ہے۔

اردو ادب اپنے دامن میں نثر و نظم کے بے شمار ے ستارے سجائے ہوئے ہیں جن کی تابنا کی اپنے انمٹ نقوش سمیٹے ہوئے ہے۔

قصیدہ معراجیہ بھی جذبات نہاں، خراجِ عقیدت سے مالا مال ہے۔ جو سیدؔ صاحب کے قادرالکلامی کا ثبوت ہے۔ یوں تو معراج ناموں میں رضاؔ بریلوی اور محسنؔ کاکوروی کے قصائد کو فوقیت و امتیاز حاصل ہے۔

قصیدۂ معراجیہ کا اشاعتی سفر انتہائی کٹھن اور صعوبتوں بھرا طویل فاصلاتی رہا۔اس طویل سفر میں کئی نازک مرحلے درپیش آئے۔

اس قصیدے کی پہلی اشاعت ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء میں محمد ایوب اشرفی مرحوم نے کلکتہ سے کی تھی ۔ پھر زمانے کی لاپرواہی کے نذر ہوگیا اور نایاب قرار دے دیا گیا تھا۔مولانا سیف خالد اشرفی کے مطابق انہیں کچھ سال قبل ایک نسخہ محدث اعظم ہند کے ذاتی کتب خانے میں دستیاب ہوا جسکا عکس انہوں نے مولانا ڈاکٹر فرحت علی صدیقی اشرفی کو ان کے محدث اعظم ہند پر پی ایچ ڈی تھیسس کے لیۓ دیا تھا۔ڈاکٹر فرحت نے قصیدۂ معراجیہ کے اس نسخے کو پیش نظر رکھ کر ایک تعارفی مضمون اپنے پی ایچ ڈی تھیسس میں قلم بند کیا اور الگ سے قصیدۂ معراجیہ کو اپنی تحقیق کے ساتھ شائع کرنا چاہتے تھے مگر زندگی نے وفا نہ کیا اور ان کا اچانک انتقال ہوگیا۔ ڈاکٹر فرحت علی صدیقی کے بعد، ان کے برادر زادے (بھتیجے) بشارت علی صدیقی اشرفی قصیدۂ معراجیہ کی اشاعت کے لیۓ جب اس قصیدے کی تلاش کی تو یہ نسخہ نہ ڈاکٹر فرحت علی کے ذخیرۂ کتب میں دستیاب نہ ہوا اور نہ ہی مولانا سیف صاحب کے

پاس ملا۔مولانا بشارت نے تلاش جاری رکھی اور نجانے کہاں کہاں اور کس کس سے اس قصیدے کے بارے میں دریافت کرتے رہے۔ بہت تلاش وجستجو کے بعد پتہ چلا کہ قصیدۂ معراجیہ کا ایک قدیم عکسی نسخہ مولانا ذاکر حسین اشرفی راج محلی کے پاس موجود ہے۔مولانا ذاکر اشرفی نے کشادہ قلبی سے عکس اسکین کر کے اور مکمل قصیدہ کمپوز کروا کر مولانا بشارت اشرفی کو بھیجا۔ پھر مولانا بشارت اشرفی نے نظر ثانی کے لیۓ مولانا ڈاکٹر غلام ربانی فدؔا اشرفی کے سپرد کیا۔مولانا فدؔا اشرفی نے کافی محنت سے اس پر بنیادی تحقیقی کام کیا اور اشاعت کے لیۓ قصیدہ تیار ہوگیا۔ بعد ازاں بحکم شیخ الاسلام و جانشین شیخ الاسلام یہ قصیدہ نواسۂ محدث اعظم ہند پروفیسر ڈاکٹر طارق سعید صاحب اشرفی کے پاس پہونچایا گیا۔انہوں نے قصیدہ کے ہر اشعار کی تحقیق فرمائی،اس پر باقاعدہ ورک شاپ ہوا اور اس کے تمام علمی وفنی بحثوں پر غور وخوض کیا گیا۔(ان شاء اللہ تعالی اس پر تحقیقی کتاب مع علمی وادبی مقالات کا گلدستہ جلد ہی شائع ہونے والا ہے)۔ پروفیسر صاحب کی تحقیق کے ساتھ مکمل قصیدہ معراجیہ ہم تک پہونچا۔

اس قصیدہ کی پہلی جدید اشاعت ۱۴۳۶ھ میں جانشین حضور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حمزہ اشرف اشرفی جیلانی صاحب قبلہ کی دستار فضیلت وتاج پوشی کے حسین موقع پر دعوت نامہ کے طور پر عمل میں آئی تھی، جسے اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن (حیدرآباد) و مدنی فاؤنڈیشن (ہبلی) شائع کرنے کا شرف حاصل کیا تھا۔

اب دوبارہ امسال عرس محدث اعظم کے موقعے پر"قصیدۂ معراجیہ کی فنی،ادبی اور علمی محاسن پر نمبر" کے طور پر کئ ایک تحقیقی مضامین کو شامل کر کے **اشرفیہ اسلامک فائونڈیشن** (حیدرآباد) اور **ادارہ جھان نعت** (ہانگل شریف، کرناٹک) شائع کر رہا ہے۔ دعا گو ہیں کہ مولائے کریم اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس قصیدے کو ارباب علم وادب میں مقبول عام بنائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

مولانا ذاکر حسین مصباحی راج محلی

نقش حیات حضور محدّث اعظم ہند قدّس سرہٗ

ولادت باسعادت:۔

رئیس الحکماء حضرت مولانا سید نذر اشرف اشرفی جیلانی فاضل کچھوچھوی کی تمنا تھی کہ اللہ تعالیٰ اُنھیں ایک ایسا فرزند عطاء فرمائے جو دینا و آخرت میں اُن کے لئے باعث افتخار ہو وہ اپنے اوقات خاص میں اکثر بارگاہ خداوندی میں دعاء مانگا کرتے تھے۔اوراسی طرح۔ محبوب ربانی،ہم شبیہ غوث اعظم جیلانی،سرکار اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی بھی یہی آرزو تھی کہ صاحبزادی سیّدہ محمدی خاتون کو اللہ تعالیٰ ایک ایسا فرزند عطاء کرے کہ وہ دین وسنت کی تبلیغ واشاعت میں میرا دست و بازو بنے اور دنیا و آخرت میں خانوادۂ اشرفیہ کے لئے باعث فخر و ناز ہو۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندہ،اسوۃ الواصلین،زبدۃ العارفین،،سراج السالکین،سرتاج علماء وفضلاء،عارف ربانی،واعظ حقانی،اعلیٰ حضرت اشر فی جیلانی سجادہ نشیں غوث العالم محبوب یزدانی،مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کی دعاء قبول فرمائی۔کہ آپ کو کشف روحانی سے معلوم ہوا کہ صاحبزادی کو اللہ تعالیٰ ایک ایسا بیٹا عنایت فرمائے گا کہ جس پر دنیا و آخرت میں ناز کرونگا۔

یوں تو محبوب ربانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی یہ عام کرامت تھی کہ آپ ایک دو سال قبل اولاد کی خوشخبری سنا کر نام بھی رکھ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنی دختر نیک اختر کو اپنے خوش اقبال نواسے کے پیدائش کی خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ اپنے

حبیب مختار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور غوث الاعظم جیلانی وغوث العالم سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وسیلے تم کو ایک مبارک بیٹا عطاء فرمائے گا کہ جو دونوں جہاں میں تمھارے نام کو روشن کردے گا۔

اب تولد ہونے والے مبارک بیٹے کی آمد آمد کی تیاری بہت زور وشور سے شروع ہوگئی۔ عام طور پر ولادت سے قبل خواتین ایسے کپڑے تیار کرتی ہیں جو لڑکا یا لڑکی دونوں پہن سکیں۔ لیکن یہاں چونکہ ولی کامل، عارف ربانی، اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی پیشین گوئی سامنے تھی اس لئے صرف لڑکے کی مناسبت سے کپڑے تیار کئے گئے۔ ایام حمل کے دوران ہی شہزادیٔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان مقام جائس ضلع رائے بریلی حضرت مولانا سید علی حسن اشرفی جائسی (متوفی: ۱۹۱۰ء ھ) کے دولت خانہ میں قیام پزیر تھیں اور وہیں امید وبیم کیے لمحات گزار رہی تھیں۔ کہ ۱۵/ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۵ء ھ شبِ چہار شنبہ کی درمیانی شب کو شہزادیٔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان سیدہ نے خواب دیکھا کہ کوئی بزرگ ان کے ہاتھ میں قرآن مجید وحدیث شریف کی کتاب دے کر ان کو مبارکباد دیتے ہیں کہ اتنے میں ان کی آنکھ کھل جاتی ہے اور اسی وقت دردِ زِہ شروع ہوجاتا ہے کہ تھوڑے ہی دیر میں حضور محدث اعظم ہند کی ولادت باسعادت ہوتی ہے

تمام گھر جو مستورات سے بھرا ہوا تھا مسرت وشادمانی کے نغموں میں ڈوب گئیں ۔حضور محدث اعظم ہند کی ولادت باسعادت کی خوشخبری آپ کے مقدس وادا ماجد حضرت مولانا سید شاہ نذر اشرف اشرفی جیلانی کو مسجد میں سنائی گئی کہ فوراً نماز فجر کی جماعت کھڑی ہو گئی۔ گویا کہ حضرت فاضل کچھوچھوی کی یہ نماز باجماعت اپنے رب کے حضور شکرانے اور نذرانے کا ذریعہ بن گئی۔ بعد فراغت اشراق حضرت فاضل کچھوچھوی صاحب گھر تشریف لائے اور نومولود بچہ کو دیکھا اور گود میں لیا، وہاں دیگر خاندانی بزرگوں بھی اس نومولود بچہ کو گود میں لے کر مسرت وشادمانی کا اظہار کئے اور آب زمزم شریف میں شہد گھول کر دنیا کی پہلی خوراک کے طور پر دیا گیا۔ آستانہ اشرفیہ کا کاجل آنکھوں میں لگایا گیا۔ ہاتھ میں قرآن

مجید اور حدیث شریف رکھ کر پھر دوات وقلم ہاتھ میں دے کر کچھ تحریر کرایا گیا، جو کہ خانوادۂ اشرفیہ میں ترسیل علم کا نیک شگوں ہے۔

حضرت مولانا سید علی حسن اشرفی جائسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام نام اسم گرامی ''سید محمد'' رکھا۔ موصوف حضرت مولانا فاضل کچھوچھوی کے حقیقی ماموں تھے، وہ ایک متبحر عالم و فاضل، بلند پایہ کے فارسی شاعر اور نامور صوفی تھے، حضرت بحر العلوم مولانا عبد الحئ فرنگی محلی کے ہم عصر اور ہم درس تھے، موصوف صاحب جائداد بھی تھے۔ لیکن انہیں کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ اپنے بھانجوں سے کافی محبت فرماتے۔ رئیس الحکماء حضرت فاضل کچھوچھوی اپنے ماموں حضرت علامہ مولانا سید علی حسن اشرفی جائسی کے دولت خانہ میں ہی رہا کرتے تھے اس لئے وہیں حضرت محدث اعظم ہند کی پرورش بڑے ناز ونعم کے ساتھ علمی وفکری ماحول میں ہوئی۔

بچپن میں حضور محدث اعظم ہند عام بچوں سے عادت میں منفرد تھے۔ اپنی والدہ ماجدہ کو سجدہ میں دیکھ کر نقل کی سعی کرنا، ابتدائی گویائی کے لئے اللہ و رسول کے الفاظوں کا زبان پر جاری ہونا غیب سے تربیت وحفاظت کا اہتمام تھا۔

رسم بسم اللہ خوانی اور سلسلۂ تعلیم:۔

جب آپ کی عمر شریف چار سال چار مہینے چار دن کی ہوئی تو خاندانی معمول کے مطابق آپ کے جد امجد حضرت مولانا سید شاہ فضل حسین اشرفی جیلانی قدس سرہٗ (متوفی: ۱۳۳۸ھ) نے مٹھائی منگوا کر فاتحہ خوانی کیا اور ۱۹/ربیع الاول ۱۳۱۵ھ کو بسم اللہ پڑھائی۔

ماشاء اللہ کتنی مبارک ومسعود تعلیم تھی کہ مقدس ماں نے اپنے فرزند بلند اقبال کو صرف چھ/۶ مہینے میں قاعدہ بغدادی اور پارۂ عمّ ختم کروایا۔ یہ دن آ کے دولت کدہ میں خاص سرور کا دن تھا۔ نذر ونیازیوں تو مشائخ کے گھرانوں میں روزانہ کا معمول میں داخل ہے۔ لیکن آج کا دن تو مقدس ماں کی مسرتوں کا دن تھا۔ آج ایک خاص قسم کی تقریب منعقد ہوئی جس میں خاندانی بزرگوں نے کثرت سے شرکت فرمائی اور خوب شیرینی تقسیم ہوئی اور صدقات بانٹے گئے۔ خانوادۂ اشرفیہ میں بچہ کے ہر پارہ کو ختم کرنے پر شیرینی تقسیم کرنے کا رواج

ہے۔ پھر حضور محدث اعظم ہند کو بقیہ ۲۹/انتیس پارے پوری روانی کے ساتھ صرف ۲۹/انتیس دنوں میں ختم کروائے۔ تب آپ کی عمر مبارک صرف پانچ سال کی تھی، اسطرح بچپن سے ہی آثار ولایت ظاہر ہونے لگے۔

پھر آپ نے نہایت عمدگی سے خوشخطی سیکھی اور ریاضی و ہندسہ وغیرہ کے اسباق ختم فرمائے، اس کے بعد فارسی وعربی کی ابتدائی کتابوں سے کافیہ وغیرہ تک کی کتابیں آپ کے والد ماجد حضرت رئیس الحکماء سید نذر اشرفی جیلانی فاضل کچھوچھوی نے پڑھائی جو خود درس نظامیہ کے بہت بڑے معلم اور مشہورترین طبیب حاذق بھی تھے جن کی نباضی پر دہلی کے حکماء خراج تحسین ادا کرتے تھے۔ آپ کی حکمت وطبابت اس منزل پر تھی کہ کپڑا سونگھ کر مرض کی تشخیص فرما دیتے۔ آج کا دور ایسے گرامی قدر حکیموں سے محروم ہی نظر آرہا ہے۔ حکمت کے ساتھ ساتھ اچھے مناظر اور بہترین شاعر اور لائق مصنف بھی تھے۔ ذہانت و ظرافت، صلاحیت و استعداد آپ کی تصنیف و تالیف اور شعر و شاعری کے ہر ہر جملے سے پھوٹتی ہے ۔آپ ساری عمر دین وملت کی خدمات میں گزاریں، دنیا کمانے سے بے نیاز رہے جو کچھ بھی ملا غریبوں کی دستگیری میں صرف کردیا۔ ہاں اگر کوئی سرمایا چھوڑا تو اپنے ایسے فرزند عظیم کو چھوڑا جسے اکابر اہل سنت، علماء و مشائخ نے سرمایۂ اہل سنت، مخدوم الملت، اہل سنت کا حکم، مفسر، محدث، مناظر، مبلغ، محقق، مفکر، مدبر، مصنف، مدرس، معلم، فقیہہ، یعنی ہمہ جہت شخصیت کے حامل تسلیم کیا۔ ماشاء اللہ ذہن غضب کا پایا تھا، فہم وادراک کی حالت باعث حیرت تھی، خداداد ذہانت اور عقل و دانش پر اہل علم انگشت بدنداں تھے۔

سلسلۂ تعلیم کے دوران دو سال سخت بیمار رہے، متعدد بار چیچک نکلی امید زیست منقطع ہوگئی۔ اس دوران سلسلۂ تعلیم منقطع رہا۔ مگر آپ کے مقدس ماں، باپ اور مقدس نانا جان اور دیگر اہل خاندان کی دعائیں بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوئیں اور آپ صحتیاب ہوئے اور ماشاء اللہ آ کی تندرستی برابر ترقی کرتی رہی اور ایسی ترقی کی کہ دیکھنے والے حیران ہوجاتے تھے۔ تعلیم کا سلسلہ پھر سے آغاز ہوا۔

الغرض جب آپ عربی کی ابتدائی کتابوں سے فارغ ہوئے تو اعلیٰ تعلیم کے لئے بر صغیر کے سب سے مشہور مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ کا رخ فرمایا اور حضرت بحرالبحر العلوم مولانا عبدالباری علیہ رحمۃ الباری فرنگی محلی سے آٹھ سال میں درسیات کی تکمیل فرمائی اور سند فضیلت حاصل کی۔ چودہ سال کی عمر میں ۱۹۰۷ء میں آپ تمام درسیات کی تحصیل سے فارغ ہوگئے۔

حضور محدث اعظم ہند اپنے تمام ساتھیوں میں سب سے زیادہ ذہین اور طباع تھے ،آپ کا حافظہ بہت قوی تھا۔ اکثر متون زبانی یاد تھے۔ عقائد نسفی، منار ازبر تھے، مقامات حریری کے اکثر مقامات ذہن نشیں تھے۔ حضرت بحر العلوم آپ کی بہت قدر کرتے تھے۔ جب آپ نے تمام درسیات سے فراغت پالی تو آپ نے لکھنؤ سے علی گڑھ آکر استاذ زمن حضرت علامہ مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے شرح تجرید، افق المبین جیسی منطق و فلسفہ کی ادق و نایاب کتابیں پڑھیں۔ استاذ زمن مفتی لطف اللہ علی گڑھی صاحب نے آپ کی خدا داد استعداد و صلاحیت دیکھ کر آپ کو جو سند فراغت مرحمت فرمائی تھی اس میں آپ کے نام ساتھ -علامہ- بھی تحریر فرمایا تھا۔

پھر آپ علی گڑھ سے پیلی بھیت آئے اور جلیل القدر محدث حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی قدس سرہٗ سے صحاح ستہ ،معانی الآثار وغیرہ حدیثوں کی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھیں اور سند حدیث حاصل فرمائی۔ پھر اس کے بعد آپ کے حقیقی ماموں جان شہزادۂ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان ،عالم ربانی ، واعظ لاثانی ،علامۃ الدھر، سلطان المناظرین، اقدس حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ نے اپنے حقیقی بھانجے اور مرید صادق سید محمد اشرفی جیلانی (محدث اعظم ہند) کو بریلی شریف امام اہل سنت ،مجدد دین وملت ،اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری برکاتی فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے سپرد فرمادیا۔ بالآخر آپ اپنے مرشد برحق و حقیقی ماموں جان کے حکم وارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے پیلی بھیت شریف سے بریلی شریف پہنچے اور امام اہل سنت ،اعلیٰ حضرت فاضل

بریلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں دوسال رہ کر فقہ وفتاویٰ پر مہارت تامہ حاصل فرمائی۔ پھر امام اہل سنت اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی دعائیں اور برکتیں لے کر آپ بدایوں شریف آستانہ عالیہ قادریہ تشریف لے گئے اور یہاں آپ نے مطیع الرسول حضرت علامہ مولانا عبدالمقتدر قادری بدایونی قدس سرہٗ سے سند حدیث حاصل فرمائی اور عالم میں محدث اعظم ہند کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ان تمام تعلیمی وتحقیقی منازل ومراحل کو حضرت محدث اعظم ہند نے ۱۷ سترہ سال کی عمر میں عبور کرلیا جس میں دوسال علالت کا دور بھی شامل ہے۔

حضور محدث اعظم ہند کے اساتذہ کے فہرست بہت مختصر ہے:

(۱) محترمہ سیّدہ محمدی خاتون اشرفی (والدہ ماجدہ)۔

(۲) حضرت مولانا سید نذر اشرف فاضل کچھوچھوی (والد ماجد)۔

(۳) امام وقت علامہ عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی۔

(۴) استاذ زمن علامہ مفتی لطف اللہ علی گڑھی۔

(۵) حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی پیلی بھیتی۔

(۶) امام اہل سنت اعلی حضرت فاضل بریلوی۔

(۷) مطیع الرسول علامہ عبدالمقتدر بدایونی۔

(۸) عالم ربانی اقدس حضرت مولانا سید احمد اشرف اشرفی (مرشد برحق)۔

ان آٹھ نفوس قدسیہ علیہم الرحمۃ والرضوان کے علاوہ حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہٗ نے کسی اور کے سامنے زانوئے تلمذتہہ نہیں کیا ہے۔مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے بہت سے علوم وفنون کا جامع بنایا۔آپ ایسا قادر الکلام اور قلم کے بادشاہ ہوئے کہ آپ نے جس مسئلہ پر بھی قلم اٹھایا اس پر نہ موافق کو افزائش کی ضرورت نہ مخالف کو دم زدن کی گنجائش ہوئی۔

درس وتدریس:۔

حضور محدث اعظم ہند عقلیات ونقلیات کے جملہ علوم وفنون میں امتیازی شان

حاصل کرنے کے بعد دہلی تشریف لائے اور ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۳ء میں وہاں حضرت علامہ محمد میر صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی سر پرستی میں مدرسۃ الحدیث قائم فرمایا اور ۱۲/ بارہ سال تک وہاں درس حدیث کا فریضہ انجام دیا۔ رسالہ قشریہ، قانون شیخ جیسی کتابیں بھی آپ کے زیر تدریس رہیں، تصوف وطب کی بھی تدرس جاری رہی۔

پھر آپ دہلی چھوڑ کر کچھوچھہ مقدسہ تشریف لائے اور اپنے مقدس نانا جان محبوب ربانی اعلیحضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے قائم کردہ جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ میں منصب شیخ الحدیث کے مسند نشیں ہوئے اور ایک طویل عرصہ تک درس حدیث دیتے رہے اور ساتھ ہی فتاوے بھی لکھتے رہے اور تشنگان علوم وفنون کو سیراب فرماتے رہے۔ کتنوں کو علم و ادب کی شاہراہوں سے انگلیاں پکڑ کر لے گئے اور ان کو منزل تک پہنچا کر گامزن کیا اور کتنے گنگ زبانوں کو طرز تکلم سکھایا۔

آپ کے نامور اور ارشد تلامذہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے۔ بعض مشاہیر تلامذہ جو خود استاذ الاساتذہ شمار کئے جاتے ہیں وہ ہیں۔

(۱) امام علم وفن حضرت علامہ مولانا سلیمان اشرفی بھاگلپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۲) فقیہ العصر حضرت علامہ مولانا مفتی افضل الدین اشرفی مونگیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۳) مفکر ملت حضرت علامہ مولانا سید نعیم اشرف اشرفی جائسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۴) محقق دوراں حضرت مولانا سید فاخر اشرفی الہ آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۶) رئیس المحققین، شیخ الاسلام والمسلمین، اسوۃ الواصلین، آبروئے علوم وفنون، مرجع العلماء و الفضلاء، مجدد دین وملت، جانشین محدث اعظم ہند، حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج سید محمد مدنی اشرفی جیلانی صاحب قبلہ ادام اللہ المنان علیٰ رئوس الانس والجان بطول حیاتہ۔

شرف بیعت وخلافت:۔

حضرت محدث اعظم ہند نے اپنے مقدس نانا جان محبوب ربانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی روحانی ایماء واشارے پر اپنے حقیقی ماموں جان واستاذ گرامی

،عالم ربانی واعظ لاثانی ،سلطان المناظرین اقدس حضرت علامہ مولانا الحاج سید احمد اشرف ارفی جیلانی قدس سرہٗ کو اپنا پیرو مرشد منتخب فرمایا اور شرف بیعت حاصل کیا۔سلوک وعرفان کی کٹھن راہ میں ۱۳؍تیرہ سال گزارے اور زبردست مجاہدات اور ریاضتیں کیں یہاں تک کہ اسم ذات واسم صفات کے ورد و ذکر سے آپ کے اندر آثار جہانگیری نمایاں ہو گئے۔مقدس ماموں جان نے اپنے بھانجے پر روحانی وعلمی نوازشات کے تمام دروازے کھول رکھے تھے ۔بلند اقبال بھانجے نے اپنے مشفق ماموں جان کے اور مرید صادق نے اپنے مرشد برحق کے علمی وروحانی وعرفانی خزانوں سے اپنے آپ کو خوب مالا مال کیا یہاں تک کہ ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۲ء میں آپ کو تمام سلاسل کی مثالی خلافت واجازت مرحمت ہوئی۔اور وہ بھی مدینہ طیبہ میں خاص مواجہہ شریف مختار دو عالم ،مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں خلافت و اجازت کے اس مبارک دولت سرفراز ہوئے۔

حضور محدث اعظم ہند کی خداداد صلاحیت اور پر خلوص خدمات دیکھ کر ہی آپ کے مقدس نانا جان محبوب ربانی ،سرکار اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کو اپنی ضعیفی کا سرمایا اور آخرت کی کمائی قرار دیا تھا۔سرکار اعلیٰحضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے جہاں اقدس حضرت عالم ربانی مولانا سید احمد اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ کو لخت جگر سے یاد فرمایا ہے تو وہیں محدث اعظم ہند کو بھی جگر پارہ کہہ کر اپنی بے پناہ شفقت کا اظہار فرمایا ہے۔

مراد آباد کی سرزمین پر ۱۹۲۵ء کو عظیم الشان کانفرنس میں علماء ومشائخ کے سامنے اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا تھا جو کہ الخطبۃ الاشرفیہ کے نام سے ماہنامہ اشرفیہ۔بابت ماہ ؍مئی ۱۹۲۵ء میں اشاعت پذیر ہوا ہے ۔اسی خطبہ صدارت میں خانوادۂ اشرفیہ کے ان دونوں آفتاب و ماہتاب کو قوم وملت کے سپرد فرماتے ہوئے اعلان فرمایا تھا کہ۔

> ’’مجھے جو غم کھائے جاتا ہے وہ یہ ہے کہ میری عمر کیا بڑا حصہ گزر چکا ہے
> اور ضعیفی وناتوانی نے اس طرح مجھ کو گھیر لیا ہے کہ اب میں آپ کا عضو

معطل ہو کر رہ گیا ہوں۔ ہاں میری ۸۰/اسی برس کی کمائی میں صرف ،،دو چیزیں،، ہیں جن کی قیمت کا اندازہ اگر آپ میری نگاہ سے کریں گے تو ہفت اقلیم کی تاجداری ہیچ نظر آئے گی، یہ میری بڑی قیمتی کمائی ہے جس پر مجھ کو دنیا و آخرت میں فخر و ناز ہے جس کو میں کبھی بھی اپنے سے جدا نہیں کر سکتا تھا، لیکن آج اعلان حق کے لئے میں اپنی ساری کمائی نذر کر رہا ہوں۔ میرا اشارہ پہلے اپنے لخت جگر اور نور العین مولانا الحاج ابو المحمود سید احمد اشرف اشرفی جیلانی پھر اپنے نواسہ وجگر پارہ مولانا الحاج ابو المحامد سید محمد اشرفی جیلانی محدث کی طرف ہے۔ ان دونوں کی ذات میری ضعیفی کا سرمایا ہے۔ آج ان جگر کے ٹکڑوں کو نذر پیش کرتا ہوں کہ اعلان حق میں آخری ساعت تک سنت واہل سنت کی خدمت جو سپرد کی جائے اس میں میری تربیت وحقوق کا حق ادا کریں۔‘‘

اَلْخُطْبَۃُ الْاَشْرَفِیَۃ کے مذکورہ بالا اقتباس سے قارئین پر بخوبی واضح ہو چکا ہوگا کہ محبوب ربانی، ہم شبیہ غوث جیلاں، پروردۂ سہ محبوباں، غوث زماں، اعلیحضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے صاحبزادے اور نواسے کو کس قدر عزیز رکھتے تھے۔ قابل فخر دونوں شہزادوں کو اعلاء کلمۃ الحق کے لئے نذر کر کے آگے یوں فرماتے ہیں۔

’’امید ہے کہ آپ ایک متوکل درویش کی ناچیز نذر کو قبول فرما کر مجھے رب کی سرکار میں سرفراز فرمائیں گے اور آپ یقین رکھیں کہ میری رات دن کی دعائیں آپ سے جدا نہ ہوں گی اور آپ کا درد میرے دل سے کبھی نہ جائے گا۔‘‘

وسط صدی چودہویں ہجری کی تاریخ گواہ ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے نذر کردہ عظیم سپوتوں نے دین وسنیت کی تبلیغ واشاعت کے لئے ملک کے گوشے گوشے میں ارشاد و ہدایت کے فرائض کو اپنے خطبات کے ذریعہ اور اسلامی تحریکوں

کے ذریعہ،مناظروں کے ذریعہ،رد بدعات ومنکرات اور ابطال باطل واحقاق حق وحفاظت مذہب وملت میں شب وروز مصروف رہے اور بے شمار غیر مسلموں کوشرف اسلام سے مشرف فرمایا اور تاریک زدہ گم گشتگان راہ کو ایمان وایقان کی منزلیں عطا کیں اور شاہ سمنانی کے دامن سے ان گنت افراد کو وابستہ کردیا۔ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ اچانک حادثۂ جانکاہ رونما ہوا کہ جس نے نہ صرف خانوادۂ اشرفیہ کو بلکہ پورے عالم اسلام کو ہلا کر رکھ دیا کہ ۱۵ ؍ربیع الآخر ۱۳۴۷ھ کو علم وعرفان کا آفتاب، رشدوہدایت اور اخلاق ومروت کا روشن ستارہ جسے دنیا عالم ربانی ،واعظ لاثانی ،شہزادۂ اعلیٰ حضرت اشرفی ،اقدس حضرت مولانا سید احمد اشرف اشرفی جیلانی عین حالت نماز میں ضعیف باپ کی حیات ہی میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ملت اسلامیہ کی حرماں نصیبی دیکھئے کہ علم وفضل کا آفتاب آنکھوں سے اوجھل ہوجاتا ہے۔اسلامیان ہند اقدس حضرت، عالم ربانی، سلطان المناظرین مولانا سید احمد اشرف نور اللہ مرقدہٗ کی ظاہری فیضان محروم ہو گئے۔اس حادثۂ جانکاہ نے خانوادۂ اشرفیہ کی قیادت اور روحانی مشن کو زبردست دھچکا پہنچایا۔لیکن اکابر کا کہنا ہے کہ حضور محدث اعظم ہند نے ۴۰؍ چالیس کی عمر شریف میں عالم اسلام کی جانب تبلیغی دورے کے لئے توجہ فرمائی اور اپنے مقدس نانا جان ،محبوب ربانی ،مخدوم الاولیاء، مرجع العلماء والفضلاء، اعلیٰ حضرت اشرفی میاں سجادہ نشیں غوث العالم، محبوب یزدانی، مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست و بازو بن کر ابھرے اور اپنے مقدس نانا جان کے ساتھ اکناف عالم میں تبلیغی اور روحانی دورہ کا آغاز فرمایا اور ممالک ہند وعرب وغیرہ کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر لاکھوں تشنگان علم ومعرفت کو سیراب کیا، سلوک ومعرفت کا جام پلایا، تزکیہ نفس اور روحانی تعلیمات کا درس دیا، لاکھوں گم گشتگان راہ کو راہ ہدایت دکھائی اور انھیں صراط مستقیم پر لاکر کھڑا کردیا اور اسلام وایمان کی دولت سے مالا مال کیا۔

عالم اسلام کا کوئی ایسا گوشہ، کوئی ایسا خطہ نہیں جہاں وابستگان سلسلۂ اشرفیہ موجود نہ

ہوں ، ہر گوشے میں غوث العالم، محبوب یزدانی ، سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے روحانی مشن سے منسلک فرمادیا۔آپ کے مقدس نانا جان ،محبوب ربانی ،اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد مقدس نواسہ وجگر پارہ حضرت محدث اعظم ہند نے اپنے مقدس نانا جان اور مقدس ماموں جان و مرشد برحق کی روحانی تعلیم و تربیت اور حقوق کو کما حقہٗ پورا کیا۔اور نانا جان و ماموں جان کے روحانی منصوبوں کی تکمیل کے لئے انھیں کے نقش قدم پر سیر وسیاحت کئے اور بے مثال وتاریخ ساز رول ادا فرمایا۔

دنیا نے دیکھا کہ مقدس نانا اور ماموں کی روحانی تربیت گاہ نے حضرت محدث اعظم ہند کو وجاہت درویشانہ بھی بخشی تھی اور شان فقیرانہ بھی ۔مقدس نانا اور ماموں کی یہی روحانی تربیت گاہ نے حضرت محدث اعظم ہند کو عالم اسلام کا عظیم رہنما اور روحانی قائد اعظم بنایا اور اس عظیم رہنما و قائد اعظم نے اپنے مقدس نانا و ماموں جان کے روحانی مشن کو نہ صرف زندہ رکھا بلکہ عرب وعجم کے گوشے گوشے میں اس کے فروغ و ارتقاء کا ایک لا متناہی سلسلہ قائم فرمادیا۔

تصانیف وتالیفات:۔

حضرت محدث اعظم ہند ایک جہان علم تھے،قلم کے بادشاہ تھے،فصاحت و بلاغت کے شہنشاہ تھے،قادر الکلام تھے،کثیر المطالعہ اور وسیع معلومات واطلاعات کے حامل تھے،قلم برداشتہ،شستہ،مئوثر اور جامع ومانع تحریر فرماتے ۔ بلا شک وشبہہ آپ اپنے دور میں بہت مشہور ومعروف صاحب تصنیف وتالیف تھے۔جس طرح آپ نے اپنی خطابت کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں اللہ ورسول وآل رسول اور ارشاد وہدایت کے ماہ ونجوم اصحاب رسول و محبوبان خدا،اولیاء اللہ کی عظمت و بلندی اور عقیدت ومحبت اور ادب واخلاص کی شمعیں روشن فرمائی ،مرجھائے ہوئے پھولوں کی آبیاری کی ۔اور جس طرح آپ نے اپنے علم وعمل کے ذریعہ درس دیا اور دینی وملی، تنظیمی، تعلیمی کارنامے انجام دیئے۔اسی طرح آپ نے قلمی جہاد بھی کیا اور رہتی دنیا تک کے لئے علمی، تحقیقی، تصنیفی کارنامے بھی انجام دئے ہیں۔پورا سال

سفر کے حالت میں گزرتا پھر بھی دینی تبلیغی دورے کی بے پناہ مصروفیتوں کے با وجود مسلمانوں کی اصلاح و تبلیغ کے لئے مختلف موضوعات پر عربی ،فارسی ،اردو میں ۱۰۰ ۱/ایک سو سے زیادہ علمی یادگاروں کا ایک عظیم ذخیرہ چھوڑا جو آپ کی حیات مبارکہ میں طباعت ہوکر شائع ہوچکی ہے۔

حضرت محدث اعظم ہندکی سب سے اہم اور عظیم الشان تصنیف ترجمہ قرآں ،معارف القرآن ہے جسے امام اہل سنت ،مجدد دین وملت ،اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے دیکھ کرفرمایا تھا کہ شہزادے اردو میں قرآن لکھ رہو۔آپ نے قرآن مجید کی تفسیر بھی شروع کیا تھااور ابھی فقط ۳/تین پارے ہی کی تفسیر تکمیل کو پہنچی تھی کہ آپ اللہ کو پیارے ہو گئے اس طرح تفسیر کا کام ادھورا رہ گیااور عشاق ومشتاق تڑپتے رہ گئے۔مگر اللہ کا کرم ہوا کہ تفسیر کا کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے حضرت رئیس المحققین ،شیخ الاسلام و المسلمین ،اسوۃ الواصلین ،آبروئے علوم وفنون ،مرجع العلماء والفضلاء ،مجدد دین وملت ،جا نشین محدث اعظم ہند،حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج سید محمد مدنی اشرفی جیلانی صاحب قبلہ ادا م اللہ المنان علیٰ رئوس الانس والجان بطول حیاتہ۔نے اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ کا مصداق بن کر ،اپنے مقدس نانا جان اقدس حضرت ،عالم ربانی واعظ لاثانی ،سلطان المناظرین ،غزالئ دوراں ،شبلئ زماں ،علامہ مولانا سید احمد اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ اور مقدس نانا جان محبوب ربانی ،ہم شبیہہ غوث الاعظم جیلانی ،جانشین غوث العالم شاہ سمنانی ،سرکار اعلیٰ حضرت اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے روحانی فیوض ونوازشات کا حامل بن کرتفسیر جلالین شریف کی یاد تازہ فرمادیاہے کہ آپ نے سیّد التفاسیر معروف بہ تفسیر اشرفی ،مکمل ۳۰/تیس پاروں کی تفسیر فرما کرتفہیم القرآن کا حق ادا کردیا ہےاور حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہٗ کی روحانی منصوبوں کی تکمیل فرمایا۔اوراپنے آباءواجداد کے روحانی تعلیم وتربیت گاہ کا حق ادا فرمادیا۔

تفسیر اشرفی بلاشبہہ کلام الٰہی کے تفسیری اثاثہ میں ایک شاندار اضافہ ہے۔اورحضور محدث اعظم ہند قدس سرہٗ کی تفسیر قرآن کا ممکمل آئینہ ہے۔تفسیر اشرفی کا اسلوب بیاں کی

سادگی، فصاحت و بلاغت کے محاسن، جودت کلام اور سلاست بیانی کی شائستگی، الفاظ و معانی اور مفاہیم میں قریب الفہم، رائج الوقت جیسے تمام خوبیوں میں حضور محدث اعظم ہند قدس سرہٗ کے علمی فضائل و کمالات کا مظہر ہے۔

دوسرا عظیم الشان علمی کارنامہ حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہٗ کا فتاویٰ اشرفیہ ہے جو آپ نے سفر و حضر میں اخیر عمر تک لاکھوں سے زیادہ نہایت جامع و محققانہ اور فاضلانہ فتاویٰ لکھے ہیں۔

تیسرا عظیم الشان علمی کارنامہ آپ کا صحافت ہے آپ نے ۱۹۲۲ء میں کچھوچھہ مقدسہ سے- ماہنامہ اشرفی - جاری فرمایا جس میں چودہ آنہ مضامین آپ ہی کے رشحات قلم سے ہوتے تھے۔ اسکے ذریعہ بھی آپ نے دین متین کی قابل قدر خدمات انجام دیں۔ ماہنامہ اشرفی کا ایک ایک شمارہ علم و عرفان کا گنجینہ گراں مایہ ہے۔

حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہٗ کی تصانیف یوں تو سیکڑوں سے زیادہ ہیں جو آپ کی حیات مبارکہ میں ہی شائع ہوکر مقبول عام ہوچکی ہیں، جنہیں اہل علم و تحقیق پڑھکر انگشت بدنداں اور ممنونِ احساں ہوئے۔ اور آپ کے علمی تفوق و تبحر اور ہمہ گیری کی علمی دنیا میں دھوم مچ گئی تھی۔ ان نایاب مطبوعہ تصانیف میں سے بعض کی ایک مختصر فہرست پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) معارف القرآن۔
(۲) تفسیر قرآن بنام تفہیم القرآن۔
(۳) تقوی القلوب۔
(۴) قہر قہار بروئے ناہنجار۔
(۵) اتمام حجت برجند منکر نبوت۔
(۶) کما قال اقول فی رد اہل الضلال والجہول۔
(۷) بصارۃ العین فی ان وقت العصر بعد المثلین۔

(۸)تحقیق البارع فی حقوق الشارع۔

(۹) الاجازۃ بالدعاء بعد صلٰوۃ الجنازۃ۔

(۱۰) دافع الاستسفاع عن جواز الدعاء بعد صلٰوۃ الجنازۃ بالاجماع معروف بہ احسن التحقیقات فی جواز الدعاء للاموات۔

(۱۱)مرقومات بے مثال بر قیام میلاد۔

(۱۲)تحقیق التقلید۔

(۱۳)الفتویٰ علیٰ جواز التکبیر بالجہر فی عید الفطر و عید الضحیٰ۔

(۱۴)معظم الابواب فی بیان طریق الزیارۃ وایصال الثواب۔

(۱۵) کتاب الصلٰوۃ۔

۱۶)مکالمۂ جمعہ۔

(۱۷)روداد مناظرہ کچھوچھہ مقدسہ۔

(۱۸)روداد منظرہ بنارس۔

(۱۹)نوک تیر۔

(۲۰) فتنۂ عظیمہ اور اس کا دفیعہ۔

(۲۱) خدا کی رحمت۔

(۲۲) مقصد الابرار۔

(۲۳)منافقین اسلام کا آغاز وارتقاء۔

(۲۴)فتاویٰ اشرفیہ غیر مطبوعہ۔

(۲۵)سیرۃ الخلفاء۔

(۲۶) جزیرۃ العرب وآریہ ناریہ۔

(۲۷) عید معراج۔

(۲۸)میلاد اشرفی۔

(۲۹) حقا کہ بنائے لاالٰہ است حسین۔

(۳۰) حیات غوث اعظم۔

(۳۱) وصایا شریف امام اعظم۔

(۳۲) سلطان المشائخ۔

(۳۳) سلطان العارفین۔

(۳۴) پیران پیر۔

(۳۵) شیخ العالم۔

(۳۶) حیات غوث العالم۔

(۳۷) فرش پر عرش۔

(۳۸) معراج نامہ۔

ماہنامہ اشرفی میں شائع شدہ گراں قدر مضامین ومقالے:۔

(۱) وحدت الوجود۔

(۲) تکوین عالم۔

(۳) مجذوب شیرازی۔

(۴) فضائل رمضان المبارک۔

(۵) ایک تاریخی معجزہ۔

(۶) عید کیا ہے؟

(۷) نکاح بیوگاں۔

(۸) مشاہیر اسلام۔

(۹) فتنۂ ارتداد۔

(۱۰) خواجۂ خواجگاں۔

(۱۱) مقامات مقدسہ کی توہین اور مسلمانوں کی بے کسی۔

(۱۲) مقالات شتی (چستاں)۔

(۱۳) الفظ اشرفی کا پس منظر۔

وعظ وخطابت:۔

حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہٗ کی خطابت عوام وخواص سب کے لئے یکساں مقبول تھی۔آپ نے قدیم طرز خطابت میں مفید و دلکش ایجادات کا اضافہ فرما کر اصلاح وتبلیغ کے خشک اور غیر دلچسپ کام کو عوام وخواص کی توجہات کا مرکز بنادیا اور واعظین ومقررین کے لئے نئی نئی راہیں کھول دیں جس سے واعظین ومبلغین میں نیا حوصلہ، نئی امنگ اور نیا ولولہ پیدا ہوا۔دینی اجلاس و مذہبی محفلوں میں از سرنو رونق وتازگی آ گئی۔اس طرح دین وملت کا خاطر خواہ فائدہ ہوااور پرانے طرز کی وعظ وخطابت میں ایک خوشگوار انقلاب آیا اور پُر جوش مقررین نئے طرز خطابت کے ساتھ نمودار ہوئے جن میں اکثر مقررین وخطباء شہنشاہ خطابت حضور محدث اعظم ہند قدس سرہٗ کے طرز خطابت کے خوشہ چیں نظر آتے ہیں۔

اصلاح وتبلیغ کا کس قدر دِل آویز طریقہ آپ نے ایجاد فرمایا تھا کہ اس کا ہر رخ پُر کشش اور اثر آفریں ہے۔آپ اکثر پندونصائح کے سادہ اور خشک موضوع کو اپنے علمی دلائل و براھین سے پرُ وقار بناتے اور احکام الٰہیہ کو پوری شدت کے ساتھ بلا رعایت بیان فرماتے، پھر عرفانی مضامین میں سوز وگداز پیدا فرماتے۔واقعات عالم اور دلائل عقلی اور عام فہم مثالوں سے اس کو دلنشیں بناتے، قابل قبول شگفتہ بیانی اور سلیس زبانی سے اس کے تمام پہلوؤں کو نمایاں فرماتے تو موقع ومحل پر طنز وملیح کے تند وتیز نشتر بھی استعمال فرما کر اصلاح حال فرماتے۔کبھی کبھی خوش کن لطائف سنا کر بھی سامعین کو اپنے اصل موضوع گفتگو کی طرف متوجہ کر لیتے تھے۔بزرگوں کے پاکیزہ اشعار بھی قدرے ترنم سے پڑھ کر بھی کیف وسرور بارش فرماتے۔غرض کہ ہر طرح علمی، عرفانی اور حقائق ومعارف قرآن وحدیث شریف کی روشنی میں اپنے زور بیان، شوکت الفاظ، پُر وقار طرز تکلم وادا، جمال بزرگانہ اور فیضان باطنی و روحانی قوت سے سارے مجمع کو مسخر و دیوانہ بنا لیتے تھے۔آپ کے وعظ وخطابت کو مدنظر

رکھتے ہوئے بڑی آسانی سے سرکار بغداد، پیران پیر،غوث الاعظم شیخ محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وعظ وخطابت کی شان وعظمت اور مقبولیت ومحبوبیت کا کس طرح اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب ان کی نسل پاک میں ایک جیلانی شہزادہ کے وعظ وخطابت کا یہ سماں ہے تو اس شہنشاہ اقلیم ولایت وفرماں روائے سریر خطابت کی تنویر کا کیا عالم ہوگا۔

حضرت مولانا ابو العلا قادری قصوری، شیخ الحدیث مرکزی دار العلوم حزب احناف لاہور نے تحریر فرمایا ہے کہ حقیقت یہ کہ حضور محدث اعظم ہند قدس سرہٗ سیدنا غوث اعظم کی صدا اور سیدنا غوث العالم مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کی ضیاء اور گلشن سادات کی بہار ہیں۔جب آپ کا بیان والئی کون ومکاں، ہادئی سبل، ختم الرسل، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے عنوان پر ہوتا تو کیا کہنے۔ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے فضا میں سنسنی چھائی ہوئی ہے۔پرندہ پَر تک نہیں مارتا گویا وہ بھی آپکے کلام کو سن رہا ہے۔میں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا ہے کہ مرکزی دار العلوم حزب احناف لاہور کے عظیم الشان جلسۂ عام میں عوام الناس سامعین کی یہ کیفیت ہوتی کہ آپ بیان فرمارہے ہوتے اور حاضرین کی آنکھیں آپ کی ذات مقدسہ پر لگی ہوتیں اور موتی گررہے ہوتے۔

میں نے آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس جہاں علامہ عبد الحامد صاحب قادری بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان کا بیان سنا،ان کے پہلو میں بیٹھے ہوئے محدث اعظم ہند قدس سرہٗ کا خطاب بھی سنا۔خدا کی قسم وہ تقریر تھی،نہیں نہیں وہ ایک والہانہ اور ولولہ انگیز جذبہ تھا۔جس نے دو لاکھ کے مجمع میں ایسی روح پھونک دی جو پاکستان کی صورت میں ظاہر ہوئی اور لفظ بنارس سے ۳۱۳ کا عدد نکال کر بتایا کہ غزوۂ بدر میں ۳۱۳ کامیاب ہوئے۔یہ اجلاس بھی کامیاب ہوگا اور پاکستان بن کر رہے گا۔

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی، مدیر اعلیٰ جہان رضا لاہور نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی قدس سرہٗ کو میں نے ۱۹۳۹ء میں-مرکزی انجمن حزب الاحناف- کے سالانہ جلسہ میں مسجد وزیر خاں لاہور کے شاندار اسٹیج پر پہلی بار دیکھا۔آپ سر

پر شاہی تاج سجائے ہوئے، گیروا لباس پہنے ہوئے تقریر کے آغاز میں ایک خوب صورت منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔

میں نے زندگی میں پہلی بار ایک ایسا عالم دین کے سر پر شاہانہ تاج (شاہ سمناں کا تاج) سجائے دیکھا تو حیرت زدہ ہوگیا۔ حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہٗ کی آنکھوں کی سرخی اور ان کے چہرے کا جلال یوں دکھائی دیتا تھا جیسے واقعی ایک زبردست شہنشاہ اپنے وزراء و امراکء کے حلقہ میں اپنی رعایا کو خطاب کر رہا ہو۔ حضرت کی آواز سے مسجد وزیر خاں کے بام و در گونج رہے تھے، جس سے در و دیوار معمور تھے۔ خطبہ کے الفاظ کی ادائیگی اتنی پُر شکوہ تھی کہ سامعین دم بخود تھے۔ مسجد وزیر خاں کا وسیع صحن سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوتا۔ یہ سامعین عامی نہیں تھے بلکہ اہل علم و فضل تھے، اہل ذوق و محبت تھے۔ محدث صاحب کی تقریر فصاحت و بلاغت کا ایک نمونہ تھی۔ آپ کا انداز بیان اہل علم کے لئے غذائے روح تھا آپ کا خطاب آدھا گھنٹہ یا ایک گھنٹہ نہیں بلکہ رات ڈھلنے تک جاری رہا اور سامعین ہمہ تن گوش بیٹھے رہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب مسجد وزیر خاں کا صحن اہل ذوق سامعین سے لبالب بھرا ہوا تھا، یہ ان دنوں کی بات ہے جب تشنگان علم و فضل ،،نوشا نوش،، کی آواز پر انڈے آتے تھے۔

سفر حج و زیارت:۔

حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہٗ ۔۵ / پانچ مرتبہ زیارت حرمین طیبین سے مالا مال ہوئے:

پہلا سفر حج :۔ حضور محدث اعظم ہند قدس سرہٗ اپنے مقدس ماموں جان و مربی و مرشد برحق، عالم ربانی سلطان المناظرین اقدس حضرت مولانا الحاج سید احمد اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ کے ہمراہ ۲۹ / انتیس سال کی عمر شریف میں ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۲ء میں یک بارگی سفر حج کا ارادہ فرما لیا اور شرف حاضری حرمین طیبین حاصل فرمانے کے لئے ایک جماعت کے ساتھ مغرب کا سفر فرمایا۔ نیازمندوں نے عرض کیا۔

آفتاب سوئے مغرب می رود ماہتاب با کواکب می روی

اسی مقدس ومبارک سفرِ حج میں آپ کو آپ کے مقدس ماموں ومرشد برحق نے خاص مواجہہ اقدس مختار دو عالم ﷺ میں مثال خلافت واجازت عطا فرمایا اس مقدس سفر سے واپسی ۲۶ رصفر المظفر ۱۳۴۱ھ کو ہوئی تھی۔

ایک سفرِ حج :۔آپ کا ایک سفرِ حج ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں تقسیم ہندو پاک کے سال ہوا آپ کا یہ حج دوسرا یا تیسرا یا چوتھا، اس کی تعین مشکل ہے۔چوں کہ دو سفرِ حج کی تفصیلات معلوم نہ ہوسکیں جس کی وجہ سے مذکورہ بالا سفرِ حج کو پہلا یا دوسرا یا تیسرا کا نام نہیں دیا جاسکتا، بہر صورت آپ حرم شریف میں مناسک حج ادا فرمارہے تھے کہ اسی دوران آپ کو انوار باطن سے یہ منکشف ہوا کہ آج فخر الاماثل ،صدر الافاضل، مفسّر کنز الایمان حضرت علامہ مولانا سید نعیم الدین اشرفی مرادآبادی قدس سرہٗ اس دار فانی سے دار البقا کی جانب انتقال فرماگئے۔آپ کی حالت غیر ہونے لگی ،غموں سے دل ڈوبا ڈوبا سا رہنے لگا،حرم شریف سے طیبہ تک آپ حیرت وغموں کا مجسمہ بنے رہے،آپ کے ہمراہ وہمسفر بڑے حیران وپریشان تھے کہ خدایا۔آخر حضرت محدث صاحب کی حالت کیوں بدل گئی ہے،نہ کھانے پینے کی رغبت، نہ زندگی کا کوئی خیال ہے، آخر سبب کیا ہے۔جب آپ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو آپ کو حضور مختار دو عالم ﷺ کے مواجہہ اقدس میں سکون ملا، پھر ہمراہوں کو معلوم ہوا کہ آج حضرت صدر الافاضل، مفسّر کنز الایمان حضرت علامہ مولانا سید نعیم الدین اشرفی مرادآبادی قدس سرہٗ اس دار فانی سے دار البقا کی جانب انتقال فرماگئے ہیں۔اس واقعہ کو حضرت مولانا قطب الدین اشرفی نائب مدیر-سواد اعظم-لاہوری نے اپنے نظم کے اندر یوں کہا ہے:

جناب محدث کچھوچھہ کو واللہ
تھی صدر الافاضل سے بے حد محبت
مناسک حرم میں ادا کر رہے تھے
ہوئی جب کہ صدر الافاضل کی رحلت

مناسک حرم میں ادا کر رہے تھے
ہوئی جب کہ صدر الافاضل کی رحلت
ہوا منکشف یہ بانوار باطن
کہ رخصت ہوئے آج دنیا سے حضرت
رہا طیبہ تک یہ غم دل کا عالم
نہ جینے کی پرواہ نہ کھانے کی رغبت
پریشان و حیراں تھے ہمراہی سارے
خدایا یہ کیوں ان کی بدلی ہے حالت
کھلا عقدہ جا کر مدینہ میں سب کو
کہ صدر الافاضل ہوئے آہ رخصت
سکوں آگیا جب مواجہہ میں شہ کے
نظر آئی صدر الافاضل کی صورت

آخری سفر حج:۔

آپ نے یہ سفر حج اکبر ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں ادا فرمایا تھا۔اسی آخری سفر حج میں آپ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال پاک کی زیارت سے حالت بیداری میں مشرف ہوئے تھے آپ نے اس سہانا منظر کو اپنی ایک غزل میں تذکرہ فرمایا ہے:

جانب مرغ زار پھرتے ہیں
دن ترے اے ہزار پھرتے ہیں
دیکھیں دن ہجر یار کے کس دن
میرے پروردگار پھرتے ہیں
آج سیّد کہیں کے نظارے
آنکھ میں بار بار پھرتے ہیں

شادی خانہ آبادی:۔

حضرت محدث اعظم ہند کی شادی ۲۳ سال کی عمر میں حضرت اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی پوتی اور اپنے مقدس ماموں و مرشد برحق اقدس حضرت مولانا سید احمد اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ کی شہزادی محترمہ سیدہ فاطمہ کے ساتھ ۱۹۱۵ء میں ہوئی جو حضور غوث زماں، سرکار کلاں، شیخ المشائخ، حضرت علامہ مولانا سید مختار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ کی حقیقی بہن تھیں۔

آپ انتہائی جاہ و جمال اور فضل و کمال کی خاتون تھیں، آپ کے شہزادگان کی تعلیم و تربیت اور نظم و ضبط کی پاسداری میں مخدومہ سیدہ کا کلیدی رول رہا ہے۔ دعوت و تبلیغ کے لئے حضور محدث اعظم ہند قدس سرہٗ زیادہ تر گھر سے باہر رہا کرتے تھے مگر بچوں کی تعلیم و تربیت اور نگہداشت میں مخدومہ نے کبھی کمی نہ آنے دی۔ مخدومہ صاحبہ شفیق ماں ہونے ساتھ ساتھ وہ اعلیٰ منتظم بھی تھیں۔

اولاد و اخلاف:۔

آپ کے چار شہزادے اور دو شہزادیاں ہیں:

(۱) سید محامد اشرف اشرفی جیلانی (مفقود الخبر)۔ آپ ہی کی نسبت سے حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہٗ ،،ابو المحامد،، لکھا کرتے تھے۔

(۲) سید حسن مثنیٰ انور اشرفی جیلانی۔

(۳) سید محمد مدنی اشرفی جیلانی صاحب قبلہ ادامہ اللہ المنان علیٰ رؤس الانس والجان بطول حیاتہ۔ جنھیں عالم اسلام رئیس المحققین، شیخ الاسلام والمسلمین، مرجع العلماء والفضلاء، جانشین محدث اعظم ہند کے اوصاف کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور آپ علم و فضل، تقویٰ وطہارت اور تبحر علمی، وتقریر وتحریر میں اپنے والد گرامی حضور محدث اعظم ہند قدس سرہٗ کے مظہر کامل ہیں۔ آپ بھی اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے سگے ماموں جان

،حضرت شیخ المشائخ ،غوث زماں ،سب سنیوں کے سر کا کلاں سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشیں خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ قدس سرہٗ کے دامن فیض سے وابستہ ہوئے۔

(۴) سید محمد ہاشمی اشرفی جیلانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ جنہیں عالم اسلام غازی ملت ،شیر ہندوستان ،خطیب اہل سنت، قاطع شرک و بدعت وغیرہا اوصاف حمیدہ سے یاد کرتے ہیں۔آپ بھی اپنے والد گرامی حضور محدث اعظم ہند قدس سرہٗ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ بھی اپنے سگے ماموں جان ،حضرت شیخ المشائخ ،غوث زماں ،سب سنیوں کے سر کا کلاں سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشیں خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ قدس سرہٗ کے دامن فیض سے وابستہ ہوئے۔

ڈاکٹر محمد فرحت علی صدیقی، (مرحوم)

حضرت سید کچھوچھوی کا قصیدۂ معراج

اسلامی قصائد نگاری کا آغاز:

مدحتِ نبوی کی روایت میں قصیدہ نگاری کی نوع اسی وقت سے جاری ہے جب سے کہ اس عالم گیتی پناہ میں نبی مکرم کی تشریف آوری ہوئی ہے۔عرب کے دستور اور ان کے ذوقِ شعری کی رو سے مکہ میں جب نبی اکرم اپنے چچا ابو طالب کے ہاں فروکش تھے اور آپ کی برکت سے نزولِ باراں ہوا' تو ابو طالب نے اس موقع کی یاد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں ایک قصیدہ لکھا تھا۔اس طرح عرب کی شاعری کا وہ غیر مہذب دستور جو کہ صرف خمریات کے ذکر اور عائلات کی تعریف پر مبنی ہوتا تھا' حضور کی آمد و بعثت کے تصدق یکسر بدل کر مدحت وتقدیس نبوی کی صورت اختیار کر گیا۔گو یا نبیِٔ رحمت کی تشریف آوری سے جہاں نعت کہنے کی ابتدا ہوئی وہیں نعتیہ قصیدوں کا بھی آغاز ہوگیا۔عربی قصیدوں میں ''قصیدۂ بانت سعاد'' نیز بعد کے ادوار میں دیگر قصیدوں کے علاوہ ''قصیدۂ بردہ شریف''۔''قصیدۂ لامیہ''۔ ''قصیدۂ کافیہ'' وغیرہ سے نہ صرف ذوقِ قصیدہ گوئی کو عروج حاصل ہوا بلکہ نعتیہ قصیدوں کی روایت نے عربی ادب کی ترقی اور جدید عربی کو ارتقائی منزلوں سے بھی ہمکنار کر دیا۔

نعتیہ قصیدہ کی یہ روایت صحابہ' تابعین وغیرہ سے عربی زبان میں پروان چڑھتے ہوئے فارسی میں قدم رکھی تو فارسی زبان کے شعراء نے مدحت و نعت سرائی کا وہ کمال دکھایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محامد و محاسن بیان کرنے کی ایسی اعلیٰ مثالیں قائم کیں کہ جس کی

بدولت اس طرزِ شعری کو فارسی کی مقبول ترین صنف کی حیثیت حاصل ہو گئی اور نعتیہ قصیدوں کا رواج عام ہوتا چلا گیا۔جس کا بین ثبوت فارسی کے قدیم شعراء کے معرکتہ الآراء وہ قصیدے ہیں جو دنیائے اسلام کی ہر زبان میں ترجمہ ہو کر آج بھی محافل نعت و مجالس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رائج ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری شطاری رحمۃ اللہ علیہ کا ''قصیدہ معراجیہ'' بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔محسنؔ کاکوروی کا قصیدۂ معراج موسوم بہ ''چراغ کعبہ'' اعلیٰ حضرت امام احمد رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا '' قصیدۂ معراجیہ'' مدحتِ نبوی کی تمام خوبیوں' ادبی محاسنوں اور شعری ترکیبوں کا نہایت ہی باادب و عالی وقار کلام کہلانے کا مستحق ہے اور ناقدینِ اردو ادب کی آراء اور ان کی توجہ کا متقاضی بھی۔

اردو شعر و ادب پر صوفی شعرائے دکن کا ایک احسانِ عظیم یہ ہے کہ ان کی بدولت اردو کی ادبی شعری کاوشوں کا آغاز اسی خطہ سے ہوا۔اردو شاعری کی تقریباً سبھی انواعِ سخن کی نہ صرف یہیں سے ابتدا ہوئی ہے بلکہ ہر دور میں ان پر طبع آزمائی بھی جاری رہی۔ چنانچہ دکنی شعراء میں والیانِ سلطنت سے زیادہ پیرانِ طریقت کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جن میں حضور کے مدحتی قصیدے موزوں کئے جانے کی مخلصانہ روش پائی جاتی تھی ۔شعرائے میں قصیدہ نگاروں کی حیثیت سے قلی قطب شاہ معانیؔ' ملا وجہیؔ قادری' غواصیؔ شاہیؔ اور ملا صوفی نصرتیؔ قادری بیجاپوری کے نام نمایاں ہیں۔ان کے علاوہ امینؔ گجراتی و معظمؔ بیجاپوری کی نعتیہ قصیدوں نے بھی با قاعدہ قصیدہ گوئی کے ذوق کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے سید الکونین سے اپنی اور اپنے دور کے اصحابِ ذوق کی وابستگی کا بہترین نمونہ پیش کیا ہے۔ ماضی قریب میں امیرؔ مینائی نعتیہ قصیدہ گوئی میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ان کے علاوہ اسد علی خاں تمناؔ کو نعتیہ قصیدہ نگاروں میں نمایاں مقام حاصل ہے۔حیدرآباد دکن کے قصیدہ گو شعراء میں احمد علی شاعر کو نعتیہ قصیدہ نگاری میں نہ صرف مہارت تامہ حاصل تھی بلکہ ان کی ذات و شخصیت ایک نامور نعتیہ و قصیدہ گو شاعر کی حیثیت سے معروف ہے۔

نعتیہ قصیدہ گوئی کے میدان میں محسنؔ کاکوروی بھی خاصی اہمیت کے حامل ہیں۔

اردو ادبی دنیا ان کے قصیدوں کی رسیا معلوم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں اردو یا ہندوستان کے ''حسان ثانی'' کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ محسنؔ کے قصیدہ کی تشبیب، حسنِ شعری کے علاوہ جدت طرازی کی عمدہ مثال قائم کرتی ہے۔ اسی روشنی میں ان کے نعتیہ قصیدۂ ''المدیح خیر المرسلین'' کو ناقدینِ اردو ادب کافی اہمیت دیتے رہے ہیں۔ محسنؔ کاکوروی کی ایک اور مثنوی ''چراغ کعبہ'' کے نام سے موسوم ہے جس میں واقعہ معراج النبی کو موزوں کیا گیا ہے۔ اس مثنوی ''چراغ کعبہ میں ۴۶۲/اشعار ہیں۔ واضح مباد اس مثنوی میں واقعہ'' اسرا'' کے ساتھ سراپائے رسول کا بیان بھی موجود ہے۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قصیدہ گوئی کے ضمن میں ایک درخشاں نام اعلیٰ حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمہ کا ہے آپ کے دیوان میں کل بارہ نعتیہ قصیدے ملتے ہیں۔ ان تمام قصیدوں کی تشابیب مروجہ انداز سے ہٹ کر مکمل نعتیہ رنگ میں موزوں ہوئی ہیں۔ آپ کا'' قصیدہ معراجیہ'' ماضی قریب کے تمام نعتیہ قصیدوں میں محاسن وخوبیوں کے ساتھ ساتھ فن شعری کی معراج پر پہنچا ہوا ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت رضاؔ بریلوی قدس سرہ کے قصیدوں میں مضامین کی وسعت ومعنویت کا عنصر اور تخیلات کی تہہ داری خاص طور پر نمایاں ہے۔ ان محاسن کے پیش نظر' حضرت امام احمد رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ معراجیہ کمالاتِ شعری وقصیدہ نگاری کا بہترین نمونہ تسلیم کرنے میں کوئی امر مانع نظر نہیں آتا۔ اس وجہ سے بھی کہ' قصیدہ معراجیہ'' آپ کے دیگر کلام کی طرح فنی اور تقدیسی شان لئے ہوئے ہے بلکہ جدت وجدیدیت کی اعلیٰ مثال قائم کرتا ہے۔ قصیدے کی تشبیب کو تغزل کے رنگ وآہنگ میں ملاحظہ فرمایئے:۔

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہماں کے لئے تھے
بہار کو شادیاں مبارک' چمن کو آبادیاں مبارک
ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے
وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھیں دھومیں

ادھر سے انوار ہنستے آتے ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے
یہ جوت پڑتی تھی ان کے رخ کی عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

نعتیہ قصیدہ خوانی کی مہذب اور مذہب پسند یہ صنفِ شعری دکن، بیجا پور، بیدر اور حیدر آباد وغیرہ میں وسعت پاتی ہوئی ارتقائی کیفیتوں سے ترقی کے زینے طے کرتے ہوئے جب ساری اردو دنیا میں مقبولیت حاصل کر لی تو عروض و بلاغت کے ماہرین و ناقدینِ شعرو ادب نے اس کے ضابطے و قاعدے مدون کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔لیکن جس طرح ہر نو ایجاد شدہ چیز ابتدائی مرحلوں یا ارتقائی منزلوں سے ضرور گزرتی ہے اسی طرح نعتیہ قصیدہ گوئی بھی ہر دور میں تدریجی مرحلوں سے گزرتی رہی۔ یہاں تک کہ مرزا رفیع سوداؔ کی اصلاحی وفنی کوششوں بلکہ پیش رو مخلصینِ فن و ادب دوست حضرات کی دلچسپیوں سے دیگر اصناف کی طرح اس کی حیثیت مکمل ادبی اور فنی خوبیوں میں ڈھل گئی۔ باالفاظ دیگر نعتیہ قصیدہ کا کینویس تو تیار کیا تھا دکنی صوفیائے کرام نے۔۔۔اور۔۔۔اس پر ادبی سلیقے کے حسین نقوش مرتسم ہوئے شمالی ہندو دیگر مقامات کے ادبی رساموں (آرٹسٹوں) و سخن طراز فنانوں کی محنت شاقہ کی بدولت۔

نعتیہ قصیدوں کی طبع آزمائی کا راست تعلق چونکہ نبی رؤف و رحیم کی تعریف و مدح سرائی اور آپ کی ستائش و محامد بیان کرنے سے تھا لہذا ان ماہرین عروض و بلاغت نے دقت طلب اصولوں سے صرف نظر کرتے ہوئے محض فنی قواعد کی پابندی اور اصول نظم بندی سے اس کے اجزاء یعنی مطلع، تشبیب، گریز اور دعاء، تجویز کرنے پر ہی اکتفاء کیا۔لیکن اس کے باوجود بعض نعتیہ شعراء نے ان اجزائے قصیدہ نگاری سے بھی اجتناب برتتے ہوئے سرکار رحمت ہر جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور قصیدہ کی صورت گری میں غزلیہ و نظمیہ طرز کی آمیزش کو روا رکھا ہے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سرکار رسالت کی ذاتِ مبارکہ اور ان کی توصیف و مدحت صرف کتاب وسنت کی روشنی میں تخلیق پاتی تھی۔ سچی بات یہ کہ یہی توسط شعری مدحت

ِ نبوی کا پہلا اور بنیادی اصول ہے۔

قصیدہ کا ایک اہم وصف یہ ہے کہ اس میں مدحتِ نبوی اور اصولِ شاعری کو برتنے کے تمام رویے روبہ عمل لائے جاسکتے ہیں۔ اس طرح حسن شعری کو بروئے کار لانے کے تمام مواقع میسر ہوتے اور نعتیہ اوصاف کی تکمیل کے تمام گوشے باکمال وتمام مہیا رہتے ہیں۔ اساتذۂ سخن نے قصیدہ کی ابتدا اور ارتقائی منزلوں کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ قصیدہ کی تعریف میں یہ بیان ملتا ہے۔

> ''نعت کی تمام ضرورتوں کی تکمیل'' نعتیہ قصیدہ'' میں روا رکھی جاتی ہے۔۔قصیدہ نگاری کے اجزاء یعنی مطلع، تشبیب، گریز اور دعاء کو''نعتیہ قصیدہ''میں جگہ دی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں کوئی سخت اصول مدون نہیں کئے گئے بلکہ یہ شاعری قوتِ تمیز پر مشتمل ہے کہ وہ قصیدے کے اجزائے ترکیبی کو اپنے انداز میں استعمال کرے۔ نعتیہ قصیدہ کی روایت دکن سے شروع ہوکر دہلی تک پہنچی اور دہلی سے لکھنؤ ہوتی ہوئی رامپور اور بھوپال سے حیدرآباد پہنچی۔'' (ذوق ادب حصہ دوم ص ۱۲، ۱۴ ناشر اردو اکیڈمی حیدرآباد)

حق کی بات یہ ہے کہ فی زمانہ قصیدوں کی اہمیت نا کے برابر رہ گئی ہے۔ چاہے وہ ادبی ہوں یا نعتیہ قصیدے اور جہاں کہیں قصیدہ لکھنے کا رواج باقی ہے بھی تو صرف اور صرف نعتیہ یا منقبتی قصیدوں کا ہے۔ جیسے مذہبی اور صوفیا کے عقیدت مند شعراء حضرات۔ واقعہ یہ ہے کہ امتدادِ زمانہ اور وقت کے تقاضوں کا اثر شاعری پر بھی پڑتا رہا ہے۔ چنانچہ لوگوں میں ذوق شعری کا فقداں یا مختصر سے کاوشات شعری ہی کو سننے کی طرف مائل رہنا، نعتیہ شعرو شاعری کے رجحان میں کمی آجانا، اس کے برخلاف مزاحیہ شعروشاعری کے خوگر بن جانا، محض تضیع اوقات کے لئے شعروسخن کی محفل کو اہمیت دینا، سطحی شاعری کا چلن عام ہوجانا بھی ان محرکات میں شامل ہے۔ علاوہ ان تمام کہ آج کے دور میں قلت وقت کا مسئلہ درپیش ہونا،

لوگوں کا یہ رجحان کہ جلد ہی مقصد براری یا نتیجہ خیزی حاصل کرنے کی جستجو یا پھر شعر وسخن کے ذوق کا سرے سے مفقود ہوجانا وغیرہ یہ ایسے عوامل ہوسکتے ہیں جس کی وجہ سے قصیدوں کی جگہ آہستہ آہستہ نظمی سہروں، تہنیتی غزلوں، وداعیہ نظموں یا قطعوں اور رباعیوں نے لے لی ہے۔لیکن ان تمام عوامل کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ اردو شاعری کی تمام صنفوں ٗہیئتو ں اور قصیدوں میں نعتیہ کلام موزوں کرنے کی باادب روایت کم ہی سہی، مگر آج بھی بہ حسن وخوبی علمائے کرام اور عرفائے عظام میں جاری وساری ہے۔لحاظہ اس کی گھٹتی ہوئی یا روبہ زوال کیفیت کو پھر سے پروان چڑھانے کے لئے ہمارے ناقدین ادب کو اس طرف توجہ مبذول کرنا ناگزیر سمجھنا چاہیئے۔

حضرت سید الشعراء کے قصیدۂ معراجیہ کا جائزہ:

رہ گئی بات حضرت سید محمد اشرفی جیلانی کے قصیدوں کی۔آپ کے کلام میں بھی متعدد قصیدے ملتے ہیں جس میں سے ایک معرکتہ الاراء قصیدہ معراج نامہ ہے جو ۱۹۵۶ء کا مطبوعہ ہے۔ماباقی ''عید میلاد النبی'' اور ''نورِ نبی'' کی آمد کے عنوان جو قصیدے محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے موزوں کئے تھے وہ ماہنامہ ''اشرفی'' کے جریدے ۱۹۲۳ء تا ۱۹۲۶ء میں شائع ہوتے تھے جو آپ ہی کی ادارت میں آپ کے نانا کے ذاتی پریس کچھوچھا مقدسہ سے شائع ہوتا رہا۔سید کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے شعری تخلیقات کی روشنی میں ''قصیدۂ معراجیہ'' کو ان کے قصیدوں کا شہکار قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ قصیدہ مبارکہ ایک ادبی بزم ''گلزارِ ادب کچھوچھا'' کے طرحی مصرعہ ''شبِ معراجِ محبوبِ خدا ہے آج'' ۱۹۵۶ء میں ماہ رجب میں منعقدہ ایک مشاعرے کے موقع پر لکھا گیا تھا۔جس کی تفصیل یہ ہے کہ اس قصیدہ میں کل تین تشابیب ہیں۔اول ''معراج النبی'' کے متعلق جو 'نیچرل سینیری' کے نام سے موسوم ہے۔ان اشعار میں حضور کی شانِ معراج اور شبِ معراج، عالم قدس سے فرشتوں کی آمد ٗ فرشتوں کے جھرمٹ و بارات میں عروج کا منظر اور اسی سے متعلق تمام واقعات صنعتِ سہل ممتنع میں بیان ہوئے ہیں۔تشبیبِ دوم ''تاریخی و علمی'' کے بارے میں مرقوم ہے۔تیسری و آخری

تشبیب تمہید میلاد شریف کے عنوان سے مرقوم ہے۔

تشبیب:

اصطلاح شعری میں قصیدہ کی ابتدا جن اشعار سے کی جاتی ہے اسے ''تشبیب'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔تشبیب عربی لفظ ہے۔اس کے معنیٰ ہیں آگ سلگانا' ایام شباب کا ذکر کرنا،عشق کا بیان کرنا۔شعری یا سخن طرازی میں معشوق کی صفت میں غزل کہنا۔شاعری میں یہ سبھی معانی بن سکتے ہیں۔گویا نعتیہ شاعری میں اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اپنے طالب حقیقی کی محبت کو عشق حقیقی کی مہمیز لگانا۔''تشبیب'' دراصل قصیدہ کی شان اور شعری تنوع کی مظہر ہوتی ہے۔

ڈاکٹر عبدالمجید بیدار(صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونی ورسٹی حیدرآباد)،حضرت سید محمد اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۶۱ء) کے معراج نامہ کی تشبیب پر خامہ فرسائی کرتے ہیں:۔

> ''معراج نامے'' کی یہ خصوصیت ہے کہ اس شعری اظہار کے توسط سے حضرت علامہ نے جہاں منظر نگاری کو جگہ دی ہے وہیں ہر مصرعہ کو خیال کی بلندی تک پہنچا دیا ہے۔ چنانچہ ''معراج نامہ'' کی تشبیبِ اول ''نیچرل سنیئری'' پر مرکوز ہے۔جس کے توسط سے مسلسل پینسٹھ (۶۵) اشعار حضرت علامہ نے فطری منظر کو پیش کرتے ہوئے جہاں موج صبا' بادِ بہاری' ابر کرم اور بزم ہستی کا ذکر کیا ہے وہیں گل ہائے رنگین' فرازِ کوہ' شب کے ستاروں اور سیاہی کے علاوہ حرم' حجرے' پھول اور مستی کے حوالے سے ایسی دلفریب منظر کشی کی ہے کہ جس کو پڑھ کر تحسین کے ساتھ ساتھ شاعر کی زبان و بیان اور شعر فہمی پر دسترس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ جہاں تشبیبِ اول کو فطری منظر نگاری سے وابستہ کیا گیا ہے وہیں شاعر کے فن کا یہ کمال ہے کہ اس نے علمی بصیرت اور فکری فضیلت کو کام میں لاتے ہوئے ''معراج نامہ'' کی تشبیب دوم کو تاریخی علمی پس منظر

میں نمایاں کیا ہے ۔تشبیب کے اس دوسرے حصہ میں بھی تاریخی واقعات اور علمی احساسات کو بیان کرنے کے دوران جہاں شعری حسن اپنے جلوے دکھاتا ہے وہیں واقعات کی پیش کشی مرحلہ وار شعری حسن میں ڈھل کر یہ ثابت کرتی ہے کہ شاعر نے منظوم پیش کشی کے دوران حسن کاررانہ دلائل اور فنکارانہ اظہار کے ذریعہ شاعری کو کرامت کے درجہ میں داخل کردیا ہے۔تشبیبِ دوم کے تمام تر اشعار میں پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی ﷺ کی معراج کی روانگی سے لے کر واپسی تک کے احوال کی ایسی تصویر کشی کی گئی ہے کہ ہر شعر پر دل کی گہرائیوں سے دادو تحسین کے نعرے بلند ہوتے ہیں۔''

(''محدث کچھوچھوی کے منظوم معراج نامہ کی امتیازی خصوصیات'' ص ۲۔از ڈاکٹر سید عبدالمجید بیدار ۔پروفیسر وصدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد)

قصیدہ کے تین تشابیب:

تشبیب اول کے چند اشعار دیکھئے:۔ ؎

یہ کیسی موج میں باد صبا ہے
خمار آلود جھونکوں میں ہوا ہے
اگر وہ مئے نہیں مئے موش ہوگا
فراز کوہ سے جو گر رہاہے یہ کیوں
ابر بہاری چھا گیا
کہ جو ہے مست ہے آخر یہ کیا ہے
ادھر دیکھو تو جلوہ ریز ہے حسن
ادھر دیکھو تو نغمہ عشق کا ہے
عجیب مستی میں کل ارض و سما ہے

یہ بزم ہست ہی یا میکدہ ہے
یہ رنگیں گل ہیں کیوں شبنم بداماں
نگاریں جامِ صہبا سے بھرا ہے
(معراج نامہ سید کچھوچھوی)

تشبیبِ دوم' معراج' کے 'تاریخی و علمی' عنوان سے درج ہے جو چار سو بتیس (۴۳۲) اشعار پر محیط ہے۔ اس تشبیب وگریز میں بعثتِ نبوی سے پہلے مکہ مکرمہ کے حالات کا نقشہ کھینچا گیا ہے جس میں سلاست بیانی کا وہ انداز اپنایا گیا ہے جسے کم تعلیم یافتہ طبقہ اور سرسری معلومات برکھنے والے لوگوں کے ذہنوں میں اتر جائے تاکہ انہیں واقعہ معراج یاد ہونے میں کوئی دقت یا مشکل پیش نہ آئے۔ تشبیب دوم اس طرح شروع ہوتی ہے۔ ؎

یہ تیرہ سو برس کا واقعہ ہے
زبانِ وحی سے جس کو سنا ہے
ابھی اسلام کی بس ابتداء ہے
خدا کا گھر ابھی تک بت کدہ ہے
بہت کم ہیں سعادت مند روحیں
جہاں پر کفر کی کالی گھٹا ہے
پیام امن پر سارے عرب میں
لگی ہے آگ اک فتنہ بپا ہے

تشبیبِ سوم عیدِ میلا دالنبی کے زیرِعنوان موزوں کی گئی ہے۔ اسلام میں عید میلا د النبی کے عنوان کو بھی معراج رسول کی طرح ایک اہم ترین بلکہ اسلام کا بنیادی وعظیم الشان عنوان کی حیثیت حاصل ہے اور اسے تمام موضوعات پر تفوق حاصل ہے۔ اسی لئے ابتدائے اسلام سے ہی میلا دالنبی کا عنوان شعراء حضرات کا پسندیدہ موزوں سخن رہا ہے۔ اور آخر میں معہ سلام بہ حضور خیر الانام چونتیس (۳۴) اشعار درج ہیں۔ اس طرح یہ قصیدہ کل ملا کر پانچ

سو بتیس (۵۳۲) اشعار پر پھیلا ہوا ہے۔

تشبیب سوم کے ابتدائی اشعار یوں درج ہیں:۔

یہاں اور یہ جو کچھ ہو چکا ہے
کوئی قصہ نہیں ہے واقعہ ہے
گیا نورِ خدا اگر عالم نور
تو حیرت کیا ہے استعجاب کیا ہے
تعجب ہے تو اس پر ہے کہ وہ نور
زمیں پر کس طرح پیدا ہوا ہے
یہ قدرت کی ہے تحریک قسری کہ
نوراللہ ہم میں آگیا ہے
یہاں معراج کا میں کر رہا تھا
زباں پر نام میلاد آ گیا ہے

سید محمد اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا معراج نامہ کافی طویل یعنی ۵۳۲ اشعار پر پھیلا ہوا ہے۔ جس میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکر کے ساتھ کچھ میلاد النبی وسلام سے متعلق اشعار بھی شامل ہیں، جو دراصل تتمہ کے طور پر منظوم ہوئے ہیں۔ اگرچہ کہ آپ ہی کے معاصرین میں متعدد نعتیہ قصیدے ایسے بھی درج ملتے ہیں جو ادبی محاسن سے معمور اور نعتیہ اوصاف سے بھرپور ہیں۔ ان قصیدوں میں سید محمد اشرفی کا ''معراج نامہ'' منظر نگاری کی بہترین مثال قرار پاسکتا ہے۔

یہ حقیقتِ معراج کی وضاحت کرنے والا ایک ایسا شعری اظہار ہے کہ اس میں معترضین کے بے جا خدشات اور منکرین معراج کے بے وجہ اعتراضات کے بھی جوابات دئے گئے ہیں جس کے توسط سے معراج میں وقوع پذیر ہونے والے کئی امور کا خلاصہ ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ بعض عقل سے عاری اور مادی نظریات کے حامی لوگ کہا کرتے ہیں کہ جسم

کثیف ہے، کثیف شئے اوپر کیسے جاسکتی ہے۔! حضرت سید کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے ''معراج نامہ'' کے شعری اسلوب میں بڑی روانی، برجستگی کے ساتھ والہانہ طرز سے اس خام خیالی اور باطل نوازی کا پردہ یوں چاک کیا ہے۔ ؎

نہیں معراج میں حیرت کا موقع
کہ مرکز اپنی ہر شئے کھینچتا ہے
جھکاؤ جس طرف شعلہ کو چاہو
مگر پاؤ گے اوپر جارہا ہے
بسا نورِ خدا اگر عالم نور
تو حیرت کیا ہے تعجب کیا ہے

قصیدۂ ''معراج نامہ'' کی پہلی بار اشاعت محمد ایوب نامی شخص کے زیر اہتمام سر زمینِ بنگال سے عمل میں آئی تھی۔ جب کہ اس کے ناشر ہیں اسٹائلش پرنٹنگ ورکس اسمعیل لین کلکتہ۔ ''معراج نامہ'' کا شائع شدہ یہ قدیمی نسخہ ۱۹۵۶ء کے آس پاس کے سنہ کا چھپا معلوم ہوتا ہے۔ بڑے سائز کے اس کتابچہ کے ایک ایک صفحہ پر چار مصرعے ایک ہی سطر میں ترتیب دیئے گئے ہیں۔ یہ نسخہ بوسیدہ حالت اور شکستہ اوراق میں مختار اشرف لائبریری کچھوچھا میں محفوظ ہے۔ محدث پاک کے اس ''معراج نامہ'' کے ناشر نے انواعِ ادب کے کسی ایک شعری نوع سے مختص نہیں کیا ہے۔ ناشر محمد ایوب کی فکرِ شعری کی رو سے معراج نامے کے اشعار کسی ایک ہیئت شعری سے مکمل تعلق نہیں رکھتے بلکہ یہ کلام بیک وقت نظم بھی ہے، قصیدہ بھی اور غزل بھی۔ چنانچہ وہ بڑے ہی اعتماد کے لہجہ میں ''معراج نامہ'' کے مقدمے ''پہلے اس کو پڑھ لیجئے'' کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں:۔

> ''یہ نظم ہے نہ تو مثنوی ہے کہ ہر ہر شعر کا قافیہ ردیف جداگانہ ہو نہ غزل ہی ہے جس میں صرف نزاکتِ تخئیل کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور نہ قصیدہ ہی ہے۔ جس میں مدحت و اظہارِ حقیقت ہی کے جذبات و مناظر ہوتے

ہیں۔ بلکہ ان تمام اصنافِ شاعری کا یہ مجموعہ سب سے بلند و بالا ہے۔ ۔۔۔۔آپ کے ہاتھ میں ایک ایسی نظم ہے جس نے وسعتِ اختیارات کی رعایت کوٹھکرادیا ہے اور اردو شاعری میں ایک جدید اقدام کر کے اپنا بالکل نیا اور اچھوتا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ (معراج نامہ سید کچھوچھوی مقدمہ از۔محمد ایوب ص۔۲)

یہاں ''معراج نامہ'' کے چند ایسے اشعار پیش ہیں جن میں نظم غزل اور قصیدوں کا رنگ وآہنگ نمایاں ہیں۔

سراپا ہے عشق ہے ہر جلوۂ حسن
وفورِ عشق میں حسن آگیا ہے
تجلی کیسی بکھری ہے زمیں پر
یہ جو بن کس کا یوں نکھرا ہوا ہے
یہ کس نے لہلہا یا سبزۂ زار
ڈوپٹہ دہانی دہانی چن رہا ہے
نہیں ہے عشق میں اب کوئی آزار
نہ اب کوئی بھی دل درد سے آشنا ہے
وہ با رونق ہے بابِ امِ ہانی کہ
جو ہے وہ اسی کو تک رہا ہے
نہیں آتا سمجھ کے بھی سمجھ میں خدا
وندا یہ کیسا ماجرا ہے
بتایا اس کو اس کو یہ روح الامیں نے ''شبِ
معراجِ محبوبِ خدا ہے''

ناشرِ قصیدہ کے مذکورہ وضاحتی بیان کے باوجود حضرت سید محمد اشرفی الجیلانی کی یہ

منفرد البیان نظم ''معراج نامہ'' کو قصیدۂ معراجیہ ہی سے شہرت حاصل ہے۔خود ناشر ''معراج نامہ'' محمد ایوب صاحب نے قصیدہ نہ بھی مانتے ہوئے اس کے تقابلی مطالعہ ومحاسن بیان کرنے کے دوران اردو کے دو معرکتہ الآراء قصیدوں کو زیر بحث لایا ہے۔ناشر محمد ایوب' محسنؔ کے قصیدۂ ''المدیح خیر المرسلین'' اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ''قصیدۂ معراجیہ'' کے علاوہ اردو میں کوئی اور قابل ذکر ومشہور قصیدہ کی عدم دستیابی پر نعت گو شعراء سے اس بات کے شاکی ہیں کہ انہوں نے اس قصیدہ کے محاسن اور اوصاف شعری وکمال سخن دانی کی طرف توجہ نہیں دی ہے۔ساتھ ہی وہ مذکورہ دونوں قصیدوں کی قصیدہ خوانی میں رقم طراز ہیں:۔

''اس نظم (سیدؔ کچھوچھوی کا معراج نامہ) میں معراج شریف کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور اس واقعہ کی اسلامی دنیا پر ہمہ گیری کو دیکھتے ہوئے مجھ کو یہ کہتے ہوئے خود شرم آتی ہے کہ ہمارے شعراء نے کس قدر کم حصہ لیا گویا کچھ حصہ ہی نہ لیا اور مجرمانہ غفلت برتتے رہے۔

اس خصوص میں ہمارے سرمایہ ادب میں صرف دو قصیدے ہیں ایک حضرت محسنؔ کاکوروی علیہ الرحمہ کا اور ایک اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مجدد دین وملت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ان میں سے قصیدۂ محسنیہ تو استعارات وکنایات کا ایک گل دستہ ہے جس کی خوش بو مطالعہ کرنے والے کو بیخود ومحوِ حیرت بنادیتی ہے ۔لیکن واقعہ نگاری کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے اور قصیدہ رضویہ ایک علمی خزانہ ہے جس پر دنیائے اسلام کو ناز ہے لیکن اس میں واقعات نگاری سے زیادہ ان حالات وجذبات کی تصویر کشی ہے جو واقعہ کو سامنے رکھ کر مداح کی آنکھوں میں سما گئے ہیں۔اس میں شبہ نہیں کہ اس جذبات کے اظہار میں اس (واقعہ) کا بے حد لحاظ کیا گیا ہے جو خود واقعہ میں موجود ہے۔مگر واقعہ کو واقعہ کی صورت میں بیان

کرنے کا پہلو دب گیا ہے۔ گو قصیدہ کی مجموعی جبروت نے اس (واقعہ کی حقیقت ہی کو دبا دیا ہے۔ لیکن آج آپ کے ہاتھ میں جو نظم ہے وہ استعارات و کنایات اور علوم وفنون و جذبات کے ساتھ ساتھ خاص واقعہ نگاری کا وہ شہکار ہے جو کوئی مثالِ سابق نہیں رکھتا۔'' (معراج نامہ سید کچھوچھوی مقدمہ از۔ محمد ایوب ص۔ ۲)

حضرت محدثِ اعظمِ ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی شعری صلاحیت، وسعتِ تخیل کے نمونے' تہذیب و اخلاق کے سرچشمے اور نزاکت صوری و معنوی کے تراشے معراج نامہ کے متعدد اشعار میں جلوہ گر ہیں۔ جس کو محض سخن سنجی ہی تک محدود نہیں رکھا گیا ہے بلکہ اسی تسلسل میں معراج کے اسرار و رموز کو تشبیہات و استعارات کے ذریعہ منکشف کر دیا ہے۔ یہ اوصاف آپ کی فکر کی توانائی کی مظہر ہیں۔ کمالِ فن کی منہ بولتی مثال یہ ہے کہ ان محاسن کے ساتھ ساتھ معراج نامے میں جا بجا حضور جانِ نور کے خصائص اور بے مثلیت کے بھی دلائل سمو دیے ہیں۔ ؎

سنو ! جبرئیل سدرہ چھوڑ دو تم کہ
وقت کا سرکار آرہا ہے
مرے محبوب سے جا کر یہ کہدو
بلاتا عرش پر تم کو خدا ہے
بجھا دو مشعلِ خورشید فوراً
کہ اس دم اوج پر شمس الضحیٰ ہے
اگر کھولیں گے بابِ امِ ہانی
تو خطرہ ان کے پر کا بال کا ہے
لہذا توڑ کر چھت' گھر میں آئے
عجب انداز کا یہ داخلہ ہے

یہ حکمت ہے جب محبوب دیکھیں
سمجھ لیں آج ہر پردہ ہٹا ہے
نہانے میں گرا ہے جتنا پانی ستاروں
نے کٹورا بھر لیا ہے
ہے جوبن ان کے دھون کا ٹپکتا
یہ تاروں کی چمک بس اور کیا ہے

قصیدۂ حضرت محدث اعظم کے بالاستیعاب مطالعہ سے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ اس قصیدہ کے سامنے اعلیٰ حضرت کا فقید المثال قصیدۂ معراجیہ بھی پیش نظر تھا۔ ایسا ہونا باعث تعجب بھی نہیں۔ تبھی تو زبان و بیان کے معاملے میں ''قصیدۂ معراج نامہ'' میں کہیں کہیں استفادے کی جھلکیاں ضرور دکھائی دیتی ہیں۔ حضرت سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہ کی اس طبع آزمائی کی روش سے یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ اپنے قاری کو اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کمالِ شعری کا تاثر بھی دینا چاہتے تھے اور ساتھ میں بیانِ معراج کا اظہار بھی۔ اس خصوص میں ناشر قصیدہ محمد ایوب لکھتے ہیں:۔

> ''اس میں شبہ نہیں کہ قصیدہ رضویہ کے سامنے اس نظم میں تلمذ کی بو آتی ہے بلکہ ایسے نازک موقعوں پر جہاں قلم کی احتیاط پر قانونِ شریعت کا دبدبہ بطور سنسر قائم ہے اس نظم نے استاد کے لفظوں کو نقل کر دینے میں اپنی پناہ پائی ہے۔۔۔۔۔ اس نظم کی تقطیع مفاعیلن۔ مفاعیلن۔ فعولن ہے۔'' اس نظم کا قافیہ 'ہوا' 'بھرا' 'وفا ہے اور ردیف 'ہے' ہے۔۔۔۔۔ اور اسلامی دنیا میں حضرت مصنف کا جو پایہ ہے اس کو سامنے رکھ کر یہ نظم سراپا کرامت ہی کرامت ہے۔ (ایضاً)

محدثِ اعظم حضرت سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے اس قصیدہ یا نظم کی تشبیب کے چند اشعار پیش ہیں:۔

یہ کیسی موج میں بادِ صبا ہے
خمار آلود جھونکوں میں ہوا ہے
یہ کیوں ابر بہاری چھا گیا ہے
کہ جو ہے مست ہے آخر کیا ہے
عجب مستی میں کل ارض و سماں ہے
یہ بزم ہستی ہے یا میکدہ ہے
یہ رنگیں گل ہیں کیوں شبنم بداماں
نگاریں جامِ صہبا سے بھرا ہے
اگر وہ مئے نہیں مئے نوش ہوگا
فرازِ کوہ سے جو گر رہا ہے
یہ وہ مئے ہے جسے رات دن پینا
روا ہے ہاں روا ہے ہاں روا ہے
جنید وشبلی و عطار ایں مست
یہ مئے ہے 'جوحیات ِ اولیاء ہے
خطا کار اس کو کہتے ہیں خطا پوش
کہ ستاری کی پھیلی اک ردا ہے

قصیدہ کے ایک جز وجس کو ناشر قصیدہ نے تاریخی وعلمی تشبیب سے موسوم کیا ہے اس کے ابتدائی اشعار دیکھئے:۔

یہ تیرہ سو برس کا واقعہ ہے
زبانِ وحی سے جس کو سنا ہے
ابھی اسلام کی بس ابتداء ہے
خدا کا گھر ابھی تک بت کدہ ہے

بہت کم ہیں سعادت مند روحیں
جہاں پر کفر کی کالی گھٹا ہے
پیام امن پر سارے عرب میں
لگی ہے آگ اک فتنہ بپا ہے
جیتا ہے تو بس نیکی کے ضد میں
جسے دیکھو بدی پر مرا ہے

حضرت سید محمد اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدۂ معراج کی تیسری تشبیب جو ''تمہید میلاد شریف'' کے زیر عنوان مرقوم ہے۔قصیدہ کا ایک ایک شعر معراج کی رات کی عکاسی کرتے ہوئے شبِ اسراء کی توضیح وتشریح کا نمائندہ بن گیا ہے۔زبان و بیان کی شیرینی٬ الفاظ کی ندرت اور سادگی میں تازگی کے اوصاف یوں بھر دیے ہیں گویا معراج نامہ انفرادی اور جدت و جودت پسندی کے حسین رچاؤ کا نادر نمونہ بن گیا ہے بلکہ عقلی و شرعی دلائل سے دل بستگی اور بیان کی شگفتگی کا ایک مرقعِ معراج بھی ہے۔چند اشعار ملاحظہ کیجئے:۔

بیاں اوپر یہ جو کچھ ہو چکا ہے
کوئی قصہ نہیں ہے واقعہ ہے
نہیں معراج میں حیرت کا موقع
کہ مرکز اپنی ہر شئے کھینچتا ہے
کوئی ڈھیلا اٹھا کر اونچا پھیکو تو
دیکھوگے زمیں پر گرا ہے
جھکاؤ جس طرف شعلہ کو چاہو
مگر پاؤگے اوپر جارہا ہے
ہر ایک شئے اپنے مرکز کو ہے جاتی
کشش کا مسئلہ مانا ہو ہے

گیا نور خدا اگر عالم نور
تو حیرت کیا ہے استعجاب کیا ہے

سہ لسانی شاعری یعنی عربی، فارسی اور اردو میں قصیدہ خوانی کی تاریخ گواہ ہے کہ ادبی قصیدوں میں جو کہ شاہوں ونوابوں کی شان میں لکھے جاتے اور اس ضمن میں تعریف وستائش کے ضمن میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیے جاتے ہیں۔قصیدہ میں تعریفوں کے پل باندھنے کی یہی خوبی کمالِ شاعری پر منطبق کی جاتی تھی اور پذیرائی بھی ایسے ہی قصیدوں کی ہوتی تھی۔برخلاف اس کے مذہبی قصیدے بر خصوص نعتیہ قصیدوں میں اس قسم کے مضامین باندھنا تو کجا خفیف سی مبالغہ آرائی کی گنجائش بھی ممکن ہی نہیں ہوتی۔ادبی قصیدوں کی ان روایتوں کے قطع نظر حضرت سید محمد اشرفی کچھوچھوی محدثِ اعظم کے ''معراج نامے'' میں ادبی ومذہبی حسن بیان کی ایسی خوبی سموئے ہوئے ہے جس کا ہر شعر تاریخی حقیقت اور عقیدت سے لبریز ہو گیا ہے۔جس میں کہیں بھی مبالغہ آرائی یا پھر کسی بھی شعر میں عقیدت کے پس منظر میں ہی سہی حقیقت حال سے بے نیازی (حقیقت سے بعید) یا اعراض کا رویہ اختیار نہیں کیا گیا ہے۔محدث کی شاعری میں اظہار کی چستی بذات خود مذہبی روایتی اساس کی توسیع کا درجہ رکھتی ہے۔حد یہ کہ حضرت علامہ سید کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اظہار کی حقیقت کو پیش کرنے کے لئے بھی قرآنی آیات کو مصرعوں میں استعمال کر کے ایسی کیفیاتی فضاء تیار کی ہے کہ قاری کو عربی آیات سے ناواقفیت کے باوجود شعر اور مصرعہ پڑھ کر اس کی کیفیاتی فضاء سے لطف اندوز ہونے کا موقع مل جاتا ہے۔آپ کی جدت طبع کا یہ ایسا وصف ہے جو انہیں شاعری پر دست رس حاصل ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔درحقیقت شعر میں خیال کی پختگی ہی نہیں بلکہ اظہار کی بالیدگی بھی اپنا اثر دکھاتی ہے۔چوں کہ یہاں اسلامی خیالات اور قرآنی واقعات بیان کرنے کا مرحلہ ہے اسی لئے محدثِ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تبحر علمی اور شریعت کی حد بندی میں خیال کی باریک بینی کو رواں لفظوں میں پیش کرنے کی بھرپور وکامیاب کوشش فرمائی ہے علاوہ ازیں عقیدت کو محض شعر ہی سے وابستہ نہیں کیا ہے بلکہ اسے

کتاب وسنت کی تعلیمات وہدایات سے بھی مربوط کر دیا ہے۔ کچھ اشعار پیش ہیں۔ ؎

ستارے کھلتے چھپتے ابر میں ہیں　　کہ ساغر میکدہ کا ڈھل رہا ہے

عجب شب ہے کہ جس شب کی سیاہی
سویدا دل کا یا تل آنکھ کا ہے
خزاں پھولوں کی ہے چادر میں سوتی
ابد تک اب بہارِ جاں فزا ہے
بہم ہیں طالب و مطلوب دونوں
نہیں باقی کسی کا مدعا ہے
یہ سمجھو جیسے بجلی کوندتی ہے
براق اڑتا ہوا یوں جارہا ہے
غبارِ راہ جو ہوتے ہم دکھاتے
ہمارے سر پہ ان کا نقش ِپا ہے
میں ہوں مداح مدحت میرا مقصود
نہ جانوں کیا ردیف کیا قافیہ ہے
بس اے سید محمد کی یہی رات ہے
''شبِ معراجِ محبوب ِخدا ہے''

سید الشعراء کے قصیدہ کی جدید ہیئت اور محاسن:

قصیدہ کی جس کیفیتی فضا میں محدثِ اعظم علیہ الرحمہ نے نظم ومثنوی کے ملے جلے امتزاج سے معراج نامہ رقم کیا ہے وہ اردو قصیدہ نگاری میں ایک نئی نہج اور جدید نوعِ شعری کے تناظر میں دیکھے جانے کے لائق ہے اور متقاضی بھی۔ کیوں کہ یہ ایک نظمیہ قصیدہ ہے جس میں ''گریز'' بیان کرنے سے بھی گریز کیا گیا ہے۔

قصیدہ معراج میں محاسن کی تلاش کے دوران چند اہم امور پر روشنی پڑتی ہے۔

ا؎ پھوپھی بروزن پھُپھی

اول یہ کہ یہ قصیدہ اپنی ہیئت میں نظم، قصیدہ اور غزل جیسی خصوصیات کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے۔

دوم یہ کہ اس کی طبع آزمائی طرحی مصرعہ پر ہوئی ہے جب کہ اردو قصیدوں میں ایسی روایت عموماً مستعمل نہیں۔

سوم یہ کہ سیدؔ کچھوچھوی کا یہ پورا قصیدہ قافیہ ردیف سے آراستہ اور فنی خوبیوں سے سجا ہوا ہے اس کے برخلاف دیگر قصیدے صرف قافیہ کی پابندی سے موزوں کئے گئے ہیں۔

چہارم یہ کہ اردو ادب کا شہ کار قصیدہ ''المدیح خیر المرسلین'' کی تشبیب کی ابتداء شرک یا کفرستان سے ہوئی ہے جب کہ سیدؔ کچھوچھوی کے ''قصیدہ معراج'' کی ابتداء عربستان سے کی گئی ہے۔

پنجم یہ کہ محسنؔ کاکوروی نے ذات رسالت مآب کو مرکز بنا کر قصیدہ نظم کیا ہے۔ برخلاف اس کے سیدؔ کچھوچھوی نے واقعہ معراج کے حوالے سے صفات وعظمت نبوی کو کلام کا محور بنایا ہے۔

ششم یہ کہ دیگر قصیدوں کی بہ نسبت ''معراج نامہ'' میں نادر تشبیہات واستعارات کو بروئے کار لایا گیا ہے۔ غرض ایسی بہت سی خوبیاں اور بھی ہیں جو محققین و ناقدین شعر وسخن اگر اس طرف توجہ فرمائیں تو ان کا قلم آپ کے اس قصیدہ کو دوسرے قصیدوں سے ممتاز وممیز کر سکتا ہے۔

ہفتم یہ کہ طرحی مصرعہ پر ردیف وقافیہ کی پابندی کے ساتھ ۵۲۷/اشعار پر پھیلا ہوا یہ قصیدہ ''معراج نامہ'' بہ لحاظ ہیئت ونوع اپنی طرز ونوعیت کا ایک منفرد کلام کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ ان ندرتوں سے بلاشبہ قصیدہ نگاری کی شان اور اہمیت میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ حضرت سید محمد اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ نے سادہ اور سلیس انداز میں واقعہ کی حسن کاری کو نمایاں کرتے ہوئے شبِ معراج واسراء کی روحانی ونورانی کیفیات، شام وسحر کی عکاسی اور منظر نگاری کی مدد سے تاثرات کی ایک ایسی فضا قائم کی ہے جس سے حقیقتِ معراج کا بیان

شاعری کی معراج تک پہنچ گیا ہے۔

سید الشعراء کے زیر بحث معراج نامہ کے بالاستیعاب مطالعہ کے بعد پروفیسر ڈاکٹر عبدالمجید بیدار نے ایک مبسوط مقالے کی معرفت حضرت محدثِ کچھوچھوی قدس سرہ کے قصیدۂ معراج سے وہ آبدار موتی چنے ہیں کہ جس کی تابانی سے کلام سیدؔ کی ظاہری اور فنی روشنی میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے قلم ذود رقم سے تحریر شدہ اسی مضمون کا اقتباس پیش ہے:۔

''ماہانہ طرحی مشاعرے کے لئے جو مصرعہ بطور طرح دیا گیا تھا اسی کو بنیاد بنا کر حضرت علامہ سید محمد اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ نے منظوم معراج نامے کی بنیاد رکھی جس میں واقعہ نگاری کے معاملے میں مثنوی کے طرز کو فروغ دیا گیا اور مدح کے معاملے میں قصیدے کے انداز کی نمائندگی کرتے ہوئے جہاں غزل کی رنگینی و رعنائی کو معراج نامے میں جگہ دی گئی ہے وہیں غزلِ مسلسل کی خوبی بھی اس معراج نامے کی ہیئت پر اپنا اثر دکھاتی ہے۔

''معراج نامے'' کی یہ خصوصیت ہے کہ اس شعری اظہار کے توسط سے حضرت علامہ نے جہاں منظر نگاری کو جگہ دی ہے وہیں ہر مصرعہ کو خیال کی بلندی پر پہنچا دیا ہے۔ غرض اتنی طویل شعری مسافت طے کرنے کے بعد حضرت علامہ نے جس شعر پر معراج نامے کو اختتامی مراحل تک پہنچایا ہے اس کا انداز بھی ملاحظہ ہو۔ ؎

بس اے سیدؔ محمد کی یہی رات
شبِ معراج محبوبِ خدا ہے
میں مداح ہوں مدحت میرا مقصود
نہ جانوں کیا ردیف و قافیہ ہے

حضرت علامہ نے معراج نامہ منظوم تحریر کرنے کے دوران اس اٹل حقیقت کو پیش نظر رکھا ہے، نہ تو مدح کا پہلو ہاتھ سے جانے دیا جائے اور نہ ضم کی کوئی صورت شاعری کے توسط سے معراج نامہ کا حصہ بن جائے اس اعتبار سے ''معراج نامے'' کو ایک متوازن قصیدے کا موقف حاصل ہے اور اس قصیدے میں ''منظری تشبیب'' اور ''علمی و تاریخی شبیب'' باندھ کر شاعر نے قصیدے کے تشبیب کے حصے کو حد درجہ مالا مال کر دیا ہے۔ جب کہ اردو کے بیشتر قصیدہ گو شعراء بہاریہ تشبیب، رندانہ تشبیب یا پھر چاند و رات کی تشبیب کو قصیدہ میں شامل کرنے کے عادی ہیں۔

''معراج نامہ'' ایک ''قصیدہ نما نظم'' ہے جس میں ایک جانب تو مثنوی کے تسلسل کو تجربے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے تو دوسری طرف قصیدہ کے دوسرے جز و یعنی گریز سے اجتناب برتتے ہوئے ایک ایسی شعری ہیئت کو تجربے کے توسط سے استعمال کیا ہے جس میں قصیدے کے تشبیب میں پیش ہونے والی بے راہ روی کا کوئی دخل نہیں۔

عام طور پر اردو کے شاعروں میں ہیئت کے تجربوں اور اصناف کی تبدیلیوں کے دوران دو اصناف کو ملا کر ایک نئی صنف کی بنیاد رکھی جیسے قصیدہ نما نظم، قصیدہ نما مثنوی، یا پھر نثری نظم وغیرہ لیکن حضرت سیدؔ کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے مثنوی، قصیدہ اور نظم کے انداز کو ایک شعری رویے میں پیش کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ نہ صرف ''معراج نامہ'' کی تخلیق انجام دے رہے ہیں بلکہ تین شعری ہیئتوں کے خوب صورت سنگم کے ذریعہ ایسا کامیاب تجربہ انجام دیے ہیں جس سے ہر قسم کی شعری ہیئت ان کے سوچ کا محور بن جاتی ہے۔ اس

طرح طویل نظم ''معراج نامہ'' بیک وقت قصیدہ اور مثنوی کی روایتوں کو ساتھ لے کر حضرت علامہ کچھوچھوی کی شعری تخلیق تجربے کی ایک ایسی دلیل بن جاتی ہے جس کے بانی اور روایت گزار حضرت سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی ہی قرار پائے ہیں۔

''معراج نامہ'' کو حضرت سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی نے ''طرح مصرعہ'' دئے جانے کی بنیاد پر لکھا ہے۔اس لحاظ سے اس شاعری کی امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اردو میں کسی شاعر نے بھی طرحی مصرعہ کو بنیاد بنا کر قصیدہ نہیں لکھا اس کے علاوہ اردو قصیدے کی تاریخ میں صرف غیر مردف قصیدوں کی روایت موجود ہے۔ جب کہ حضرت سیدؔ کچھوچھوی کے قصیدۂ معراج کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قافیہ ردیف دونوں ساتھ ساتھ شعری ہیئت کا حصہ بن کر مسلسل پانچ سو (۵۰۰) اشعار کی تعداد تک واقعاتِ معراج کا محاکمہ کرتے ہیں جس کے بعد تشبیبِ سوم کے توسط سے تمہید عیدِ میلاد النبی ﷺ بھی منظوم انداز میں تحریر کی گئی ہے جو اکیس (۲۱) اشعار کی نمائندگی کرتے ہیں۔آخر میں حضرت کا ''سلام'' کا تحفہ بھی معراج نامے میں داخل ہے جو چار چار مصرعوں کی نمائندگی کرتے ہوئے ہر مصرعہ کے اختتام پر'' یا نبی سلام علیک''۔۔۔الخ کی تکرار سے دلی جذبات کی نمائندگی پر ہوئی ہے۔

اردو کی مذہبی شاعری میں انگریزی آلات اور ایجادات کی دنیا سے روشناس کروانے کے لئے نہ صرف معنوی حیثیت سے کیفیت کی نمائندگی کی ہے بلکہ انگریزی میں ایجاد کردہ آلات کو انگریزی تلفظ کے ساتھ بیان کر کے جس فطری حقیقت کو نمایاں کیا گیا ہے، اس سے تفہیم میں بڑی آسان ہو جاتی ہے۔

پہلی مرتبہ حضور کی پر واز اور آپ کی پہنچ کے علاوہ آپ کی آواز کی نمائندگی کے لئے جن آلات کے سہارے سے تفہیم کا حق ادا کیا گیا ہے اس میں تشبیہ کی حسن کاری پوری طرح نمایاں ہے۔ چنانچہ حضرت علامہ سید کچھوچھوی نے حضور کی سواری براق کو آسمان کی طرف جاتا ہوا ظاہر کرنے کے لئے لفٹ (Lift) کی جو موزوں ترین تشبیہ استعمال کی ہے، اس کی مثال پوری اردو شاعری میں مشکل ہے، یعنی معراج نامہ نہ صرف شاعری اور واقعہ معراج کا ایک اہم اثاثہ ہے بلکہ اس کے توسط سے نادر اور نئی تشبیہات کو شاعری میں استعمال کر کے حسن کاری کی ایک نئی دنیا آباد کرنے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ بلا شبہ اردو کے کسی شاعر کے شعری مجموعہ میں اس قسم کی نادر تشبیہات کا شمار ممکن نہیں ہے جب کہ حضرت علامہ نے یہ کام انجام دے کر تشبیہات و استعارات کی دنیا کو وسعت سے ہمکنار کیا ہے اس پہلو پر بھی ناقدین کی خاص توجہ کی ضرورت ہے۔''۔

اردو ادب میں سب سے بہترین قصیدہ سمجھے جانے والے محسن کاکوروی کے ''مدیح خیر المرسلین'' اور سید کچھوچھوی کے معراج نامہ کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر بیدار مزید روشنی ڈالتے ہیں:۔

''قصیدے کی ہیئت میں مدحتِ رسول اور معراج کی کیفیات کو بیان کرنے کا سہرا اردو کے دو مشہور شعراء کو حاصل ہے ورنہ بیشتر شعراء نے امیر و امراء اور صاحبِ وقار شخصیتوں کے قصیدے لکھ کر شہرت حاصل کی۔ قصیدہ کی تاریخ میں محسن کوروی کے قصیدہ ''مدیح خیر المرسلین'' سے معراج نامے کو اس لئے مختلف قرار دیا جائے گا کہ محسن کاکوروی نے مدحتِ رسول کے لئے قصیدہ کی تشبیب کو اپنے وطن

عزیز اور شرک پرستی کے مرکز کو بنیادی حیثیت دے کر کاشی کو علامت کے طور پر بیان کیا ہے اور قصیدہ میں مدح کا رخ بعض اوقات ہندوستانی غیر اسلامی روایات اور سنسکرت کی لوک کتھاؤں اور جاتک کتھاؤں کے اندازہ میں نمایاں نظر آتا ہے۔ اس کے مقابل حضرت علامہ سید محمد اشرفی جیلانی نے معراج نامے کے توسط سے نہ کسی کفرستان کی تشبیب باندھی ہے اور نہ ہی غیر فطری عناصر کے ذریعہ دین واسلام کی حیثیت کو مجہول ہونے دیا ہے بلکہ تمام تر اسلامی مزاج اور فطری اسلوب کے ساتھ معراج نامہ میں شعری حسن کاری کے ساتھ ساتھ شاعرانہ پرکاری کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ یہ انداز نہ تو علامہ اشرفی کے عہد سے پہلے کے اردو شاعروں میں دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی بعد کے دور کے اردو اور فارسی کے شاعروں میں معراج کی حقیقی کیفیاتی فضاء کو اس ماحول میں شعری حیثیت کا پیکر بنایا ہے جسے حضرت علامہ کچھوچھوی کی دینی شاعری کا وسیلہ قرار دیا جائے گا۔ ان کا یہ انداز اس قدر جداگانہ اور اردو اور فارسی کے مستند شاعروں کے مقابلے میں اس قدر نشاط آفریں اور عقائد کی زندگی میں ہلچل پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے کہ اس کی نظیر پوری اردو شاعری میں دکھائی نہیں دیتی۔ محسنؔ کاکوروی نے مدحتِ رسول کو بنیاد بنا کر قصیدۂ ''مدیح خیر المرسلین'' لکھا جب کہ حضرت محدثِ اعظم نے شخصیت کو مدح کا وسیلہ بنانے کے بجائے واقعہ اور اس کے بیان کی چاشنی کو شعری اظہار دے کر قصیدہ کی مدح کے رنگ میں ایک نئی کیفیاتی فضاء پیدا کی ہے جس کے بانی خود سیدؔ کچھوچھوی علیہ الرحمہ ہیں۔ اس اعتبار سے محسنؔ کاکوروی کے قصیدہ کے مقابلہ میں حضرت کچھوچھوی قدس سرہ کا قصیدہ حد درجہ جامع اور دل نشیں انداز کی نمائندگی کرتا ہے جس

کے رتبہ کو کوئی دوسرا شاعر و ادیب نہ پہنچا ہے اور نہ پہنچ سکتا ہے۔

عام طور پر قصیدہ کی زبان بلند آہنگ اور اس کا طرز قافیہ پر اختتام کی نمائندگی کرتا ہے۔ حضرت محسنؔ کاکوروی نے اپنے قصیدہ کو لامیہ قصیدہ کے طور پر تحریر کیا ہے جس میں کوئی ردیف نہیں بلکہ صرف قافیہ کے اساس پر مدح کرنے کی روایت کی بنیاد رکھی ہے۔ اس خصوص میں پھر بھی آسان ہے لیکن سب سے مشکل مرحلہ یہی ہوتا ہے کہ قافیہ اور ردیف کی پابندی کو ملحوظ رکھتے ہوئے قصیدہ گوئی کا حق ادا کیا جائے۔ یہ بڑی خوش آیند بات ہے کہ ایک غزل کی طرح قافیہ، ردیف کی پابندی کرتے ہوئے حضرت سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی نے قصیدہ کی صنف کو قافیہ، ردیف کے ساتھ مربوط کر دیا ہے اور ایسا طرز و انداز اختیار کیا ہے جس میں قافیہ اور ردیف کی پابندی کا بطور خاص لحاظ رکھا جائے۔ ایسا انداز اردو ادب کے بہت کم شاعروں کے مقدر کی دلیل بنتا ہے۔ جو حضرت سیدؔ کچھوچھوی کی شاعری کا محور ہے جس کا دل نشین انداز ''معراج نامہ'' کے توسط سے ناقدین کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔''

(اقتباس مضمون ''محدث کچھوچھوی کے منظوم معراج نامہ کی امتیازی خصوصیات'' از۔ پروفیسر ڈاکٹر سید عبدالمجید بیدار صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد)

ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی، مالیگاؤں

سید الشعراء محدثِ اعظمِ ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی کا
''قصیدۂ معراجیہ''

قصیدے کی ابتدا عربی شاعری سے ہوئی۔ عربی سے یہ صنفِ سخن فارسی شاعری میں پہونچی اور فارسی کے اثر سے اردو شاعری میں اس صنفِ سخن کو فروغ حاصل ہوا۔ قصیدہ ایک ''موضوعی صنفِ سخن'' ہے۔ جس میں کسی کی مدح یا ہجو کی جاتی ہے لیکن زیادہ تر قصائد مدح و توصیف ہی کی غرض سے لکھے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ مناظرِ قدرت، پند و نصائح، معاشی بدحالی اور سیاسی انتشار وغیرہ جیسے موضوعات بھی قصیدے میں بیان کیے جاتے ہیں، قصیدے کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں۔ (1) تشبیب (2) گریز (3) مدح (4) دعا یا حُسنِ طلب۔

پہلا شعر قصیدے کا مطلع کہلاتا ہے یہاں سے قصیدے کا پہلا جز تشبیب شروع ہوتا ہے۔ اس میں شاعر اپنے تعلق سے فخر و امتنان پر مشتمل اشعار کہتا ہے۔ دوسرا جز گریز جیسا کہ نام

سے ظاہر ہے شاعر اپنی تعریف ترک کر کے ممدوح کی مدح و توصیف کی سمت رجوع کرتا ہے۔ اس کے بعد مدح کا مرحلہ آتا ہے جو تشبیب سے طویل تر ہوتا ہے اگر چہ ذوقؔ و غالبؔ کے قصیدوں میں مدح کے اشعار کم تعداد میں ملتے ہیں۔ حُسنِ طلب اس کے بعد کی منزل ہے جس میں قصیدہ خواں اپنے ممدوح کی جانب سے لطف و اکرام کی توقع ظاہر کرتا ہے، پھر ممدوح کے لیے دعا پر قصیدہ ختم ہو جاتا ہے۔ جس قصیدے میں اس کے تمام اجزاے ترکیبی موجود ہوں اور جس میں راست ممدوح سے خطاب کیا گیا ہو اسے ''خطابیہ قصیدہ'' کہتے ہیں۔ قصیدے میں یوں تو صرف مدح خوانی مقصود ہوتی ہے لیکن اکثر قصائد میں ہجویہ، واعظانہ، اور دوسرے بیانیہ مضامین بھی نظم کیے گئے ملتے ہیں۔ اس اعتبار سے انھیں ''مدحیہ، ہجویہ، واعظانہ'' وغیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ اردو میں سوداؔ، انشاؔء، ذوقؔ اور غالبؔ کے قصائد معروف ہیں۔ مدح و توصیف کے مقصد سے بعض شعرا نے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم، اور دیگر اکابرِ دین کے بھی قصیدے لکھے ہیں جن میں مومنؔ، محسنؔ کاکوروی، رضاؔ بریلوی، عبدالعزیز خالدؔ اور بہت سے دوسرے نئے شعرا کے نام آتے ہیں۔

نعتیہ قصیدہ گوئی کے میدان میں با کمال نام حضرت محسنؔ کاکوروی کا ہے۔ جن کا شناخت نامہ ہی ''نعتیہ قصیدہ'' بن چکا ہے۔ اُن کے نعتیہ قصائد ''مدیح خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' - ''گلدستۂ رحمت'' - ''ابیاتِ نعت'' - ''نظمِ دل افروز'' اور ''انیسِ آخرت اپنی منفرد تشبیب، حُسنِ شعری، شوکتِ ادا، طرزِ اظہار اور جدت طرازی کی حسین مثالیں ہیں۔ علاوہ ازیں نعتیہ قصیدہ گوئی کے میدان کا ایک روشن نام امامِ نعت گویاں امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کا بھی ہے۔ آپ کے نعتیہ قصائد کی تشابیب مکمل نعتیہ رنگ و آہنگ میں ڈھلی ہوئی ہیں۔ آپ کا ''قصیدۂ معراجیہ'' مضامین کی وسعت، خیالات کے تقدس سے آراستہ اور شعری و فنی محاسن سے لبریز ایک ایسے منفرد طرزِ بیان سے سجا سنورا ہے جسے جدت و جدیدیت کی ایک اعلیٰ مثال کہنا بے جا نہ ہوگا۔ مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ نے لکھنؤ کے سر آمد شعرا کی محفل میں جب اس قصیدے کو اپنے مخصوص انداز میں گنگنایا تو اُن شعرا نے کہا کہ اس قصیدے کی زبان تو کوثر و تسنیم میں دُھلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ نعتیہ قصیدہ نگاری کی یہ پاکیزہ روش آگے بڑھتے ہوئے میدانِ شعر و ادب میں نئی

نئی فصلِ بہاری لہلہا رہی ہے۔

اِس مضمون میں سید الشعراء مخدوم الملت محدثِ اعظم ہند حضرت علامہ مولانا ابوالمحامد سید محمد اشرفی جیلانی سید کچھوچھوی قدس سرہٗ کے مرقومہ شاہ کار ''قصیدۂ معراج'' پر کچھ خامہ فرسائی مقصود ہے۔ حضور محدثِ اعظمِ ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ دلِ دردمند رکھنے والے، ملت کے سچے بہی خواہ و ہمدرد اور تحریک آفریں قائد تھے۔ حق پسند و حق جو اور حق شناس طبیعت کے حامل حضرت سید محمد اشرفی کچھوچھوی بہ یک وقت کئی خوبیوں اور محاسن کا حسین سنگم تھے۔ محدث و مفسر، مترجم و شارح، مفکر و مدبر، خطیب و ادیب، بے باک صحافی اور بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ کردار و گفتار میں آپ اپنے اسلاف کے پرتَو تھے۔ سیاسیات اور سماجیات کا بھی گہرا شعور رکھتے تھے۔ شریعت و طریقت اور تصوف و معرفت کے بھی کوہِ گراں تھے۔ امام احمد رضا محدثِ بریلوی (م: ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کے چمنستانِ علمی کے اِک خوشہ چین اور آپ کے شاگردِ رشید اور خلیفۂ اجل تھے۔

حضرت محدثِ اعظمِ ہند درس و تدریس، خطابت و نظامت اور تبلیغ و ارشاد کے ساتھ ساتھ میدانِ شعر و ادب کے بھی شہ سوار تھے۔ آپ کے والد حکیم سید نذر اشرف بھی ایک عمدہ شاعر تھے۔ حضرت محدثِ اعظمِ ہند کو شاعری ورثے میں ملی، بچپن ہی سے شعر و سخن سے لگاو اور شغف تھا۔ گھریلو ماحول کی برکتیں اس پر مستزاد...... آپ کا قلم نثر و نظم دونوں ہی میں یکساں چلتا تھا۔ کئی نثری کتابیں آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔ آپ نے بہاریہ شاعری بھی کی اور تقدیسی شاعری بھی...... حمد و نعت، مناقب و سلام اور غزلیات و رباعیات پر مشتمل آپ کا خوب صورت اور دل کش دیوان ''فرش پر عرش'' کے نام سے رضوی کتاب گھر دہلی سے شائع ہو کر داد و تحسین کی خراج وصول کر چکا ہے۔

آپ کے خامۂ مُشک بار نے کئی نعتیہ قصیدے بھی قلم بند کیے۔ جس میں ایک معرکہ آرا قصیدہ ''قصیدہ معراج'' ہے جو پہلی بار ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا۔ حضور محدثِ اعظمِ ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی کی شعری کائنات میں آپ کے مرقومہ ''قصیدۂ معراج'' کو ان کے کلام میں ایک شاہ کار کلام قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ قصیدہ ''گل زارِ ادب کچھوچھہ'' کی جانب سے دیئے گئے طرحی

مصرع ''شبِ معراج محبوبِ خدا ہے'' پر ۱۹۵۶ء میں منعقدہ ایک مشاعرے کے لیے آپ نے تحریر فرمایا تھا۔ ۵۲۷/اشعار کو محیط اس طویل قصیدے میں تین تشابیب ہیں:

(۱) تشبیبِ اوّل ''نیچرل سینری'' کے عنوان سے موسوم ''معراج النبی ﷺ'' کے بیان پر مشتمل ہے۔ مسلسل چھیاسٹھ/۶۶/اشعار میں شبِ اسرا کے دولہا حضور نبی کریم ﷺ کی شانِ معراج اور شبِ معراج آسمان سے کعبۃ اللہ میں فرشتوں کی آمد آمد، فرشتوں کے جھرمٹ میں معراج کے دولہا ﷺ کی بارات کے مناظر اور اسی سے مربوط دیگر واقعاتِ اسرا و معراج کو حضرت سید محمد اشرفی کچھوچھوی کے زرنگار قلم نے بڑے سہل اور آسان پیرایۂ بیان میں پیش کیا ہے۔ اس تشبیب میں مناظرِ فطرت کی عکاسی کا گہرا رچاؤ پایا جاتا ہے۔ جس کا آغاز یوں ہوتا ہے ۔

یہ کیسی موج میں بادِ صبا ہے　　خمار آلود جھونکوں میں ہوا ہے
یہ کیوں ابرِ بہاری چھا گیا ہے　　کہ جو ہے مست ہے آخر یہ کیا ہے
یہ رنگیں گل ہیں کیوں شبنم بداماں　　نگارین جام ، صہبا سے بھرا ہے
سجا گل ہائے رنگیں سے ہے کہسار　　سمندر کیف میں ڈوبا ہوا ہے
کچھ ایسا مست ہے جوئے خراماں　　کہ ہر ہر موج میں نغمہ رچا ہے

بلا کی سلاست و روانی اور ترنم و نغمگی سے معمور، منظر کشی کا حُسن سمیٹے ہوئے تشبیبِ اوّل کے یہ اشعار کیف آگیں جذبات سے ہمکنار کرتے ہیں۔ فارسی کے ساتھ آسان اور سہل لفظیات کے انسلاک نے اس قصیدے کو سہلِ ممتنع کا اعلیٰ ترین نمونہ بنا دیا ہے۔ جس کو کم تعلیم یافتہ طبقہ اور معمولی علم رکھنے والے افراد بھی مزے لے لے کر پڑھ اور بآسانی سمجھ سکتے ہیں ۔

خزاں پھولوں کی چادر میں ہے سوئی　　ابد تک اب بہارِ جاں فزا ہے
نہ سورج ہے نہ سورج کی ہے گرمی　　جہاں سے بادِ صرصر تک ہَوا ہے
سروں پر شامیانہ بادلوں کا　　تو مَے ، فرشِ زمیں پر زیرِ پا ہے

حضور محدثِ اعظمِ ہند سید محمد کچھوچھوی نے اپنے اس شاہ کار قصیدے کی تشبیبِ اوّل میں جہاں منظر کشی کے جلوے اور تصویریت کے جمال کی گہری عکاسی کی ہے وہیں آپ نے عشق و

محبت اور خمریات کے موضوع کو بھی بڑی چابکدستی سے برتا ہے۔ مَے وحدت کے نشّے میں سرشار اور تصوف و معرفت کے دُرِّ شاہوار سید محمد اشرفی کچھوچھوی کے قلم نے عشق و محبت اور مَے اور مَے خانے کا جو تصور پیش کیا ہے وہ مستحکم اور توانا ہونے کے ساتھ ساتھ طہارت و پاکیزگی کا آئینہ دار بھی ہے۔

کسی کی مَے کدہ بردوش نظریں　　کوئی بھر بھر کے ساغر پی رہا ہے
سروں پر شامیانہ بادلوں کا　　تو مَے ، فرشِ زمیں پر زیرِ پا ہے
اگر وہ مَے نہیں مَے نوش ہوگا　　فرازِ کوہ سے جو گر رہا ہے
یہ وہ مَے ہے جسے دن رات پینا　　روا ہے ہاں روا ہے ہاں روا ہے
یہی وہ کیف ہے جس کا ازل سے　　تمنّائی ہے ہمارا اتّقا ہے
جنیدؔ و شبلیؔ و عطّارؔ ہیں مست　　یہ مَے ہے ، جو حیاتِ اولیا ہے
اِدھر دیکھو تو جلوہ ریز ہے حُسن　　اُدھر دیکھو تو نغمہ عشق کا ہے
سراپا عشق ہے ہر جلوۂ حُسن　　وفورِ عشق میں حُسن آ گیا ہے

مزید سید محمد اشرفی کچھوچھوی کا خامۂ زرنگار نیچرل سینری کو بروے کار لاتے ہوئے شگفتگی و شیفتگی کے ساتھ شبِ معراج؛- حرم، اقصیٰ، مقامِ ابراہیم، چاہِ زمزم، آغوشِ حطیم، بابِ اُمِّ ہانی، زمیں سے آسماں تک قدسیوں کی قطاریں، بُراقِ برق دم، ملائکہ اربعہ حضرات میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، جبرئیل علیہم السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے شبِ اسرا کے دولہا مصطفیٰ جانِ رحمت کی قدسیوں کے جھرمٹ میں بارات کا بیان جس حُسنِ ادا اور شوکتِ ادا سے کیا ہے وہ آپ کے ایک قادرالکلام شاعر ہونے پر دلالت تو کرتا ہی ہے ساتھ ہی ساتھ آپ کے ایک سچّے عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہونے کا اعلانیہ بھی ہے، روح و قلب کو وجد آفریں جذبات سے سرشار کرنے والے ذیل کے اشعار نشانِ خاطر فرمائیں۔

صلاے عام ہے سارے جہاں میں　　شفا ہے اب شفا ہے اب شفا ہے

حرم کے گوشہ گوشہ میں چراغاں — تو اقصیٰ، انتہا کو سج گیا ہے
مقام ، اللہ رے! شانِ خلیلی — عبادت کا مصلّیٰ بن گیا ہے
کس آب و تاب سے زمزم کا پانی — کسی کی چاہ میں ڈوبا ہوا ہے
تو آغوشِ حطیمِ پاک میں وہ — گہر کی شکل میں بکھرا ہوا ہے
وہ بارونق ہے بابِ اُمِّ ہانی — کہ جو ہے وہ اسی کو تک رہا ہے
زمیں سے آسماں تک قدسیوں کا — عجب سج دھج سے نورانی پَرا ہے
یہ کس دولہا کی ہے بارات آئی — نہ چلنے کی نہ تِل رکھنے کی جا ہے
یہاں سے لامکاں تک نور ہی نور — یہ کس کی جوت سے سب پُرضیا ہے
کھلا لو اب تو بابِ اُمِّ ہانی — کوئی نورِ مجسم آرہا ہے
چلے آتے ہیں پیچھے پیچھے جبریل — چھتر اک ہاتھ میں اک میں عصا ہے
ادب سے جس نے پوچھا ان سے جاکر — بتادیجے کہ آخر آج کیا ہے
بتایا اس کو یہ روح الامیں نے — شبِ معراج محبوبِ خدا ہے

(۲) تشبیبِ دوم ''تاریخی وعلمی'' کے عنوان سے موسوم ہے۔جس میں تاریخ وسیرت کے حوالے سے بعثتِ مبارکہ سے قبل عرب کی حالتِ زار کا نقشہ کھینچا ہے۔کفار ومشرکین کی جانب سے نبیِ کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طرح طرح سے آزار پہنچانے اور حق کی آواز کو دبانے کا بیان کرتے ہوئے نبیِ کریم داعیِ حق وصداقت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتی کامیابی وکامرانی کا شعری اظہار چارسو تینتیس/ ۴۳۳ / اشعار کو محیط اس تشبیب میں کیا گیا ہے۔تشبیبِ دوم کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ ؎

یہ تیرہ سو برس کا واقعہ ہے — زبانِ وحی ، سے جس کو سُنا ہے
ابھی اسلام کی بس ابتدا ہے — خدا کا گھر ابھی تک بت کدہ ہے
بہت کم ہیں سعادت مند روحیں — جہاں پر کفر کی کالی گھٹا ہے

پیامِ امن پر سارے عرب میں لگی ہے آگ اک فتنہ بپا ہے
جو اُن میں نوجواں ہے وہ ہے شیطاں جواں جو ہے درندہ ہے بلا ہے
ضعیف العمر گرگ بارانِ دیدہ ہر اک بچہ جہالت کا جَنا ہے

تدبیرِ منزل، تہذیبِ اَخلاق اور سیاستِ مُدن سے عاری، بیت اللہ شریف میں بت رکھنے والے عرب کے اس معاشرے میں اللہ جل شانہٗ اپنی شانِ کریمی سے رحمت کا نزول فرماتے ہوئے نبیِ کریم رؤف ورحیم ﷺ کو مبعوث کرتا ہے۔ جب رحمۃ للعالمین ﷺ نے کوہِ فاراں سے اسلام وایمان کی دعوت دی تو بہت کم سعید روحوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا۔ جب کہ جن لوگوں نے انکار کیا وہ خاموش نہ بیٹھے بلکہ ضد، ہٹ دھرمی اور انانیت کے خول میں مقید بتوں کی پرستش کرنے والے مکّہ کے کفار ومشرکین نے آقاے کائنات ﷺ کو طرح طرح سے ستایا لیکن رحمۃ للعالمین ﷺ نے ان کے لیے دعاے ہدایت فرمائی۔ محدثِ اعظمِ ہند حضرت سیدّ محمد اشرفی کچھوچھوی نے تشبیبِ دوم میں ''تاریخی وعلمی'' اعتبار سے نبیِ کریم ﷺ کی مختصر اور جامع منظوم سیرت بیان کردی ہے۔ جس کی زیریں رَو میں شعری وفنّی محاسن کی رنگارنگی کے ساتھ ساتھ آپ کی نبیِ کریم ﷺ سے محتاط محبت ووارفتگی کا خوب صورت اظہار یہ مکمل طور پر دکھائی دیتا ہے، اس تشبیب کے چند منتخب اشعار نشانِ خاطر فرمائیں۔

مگر اُس کی کریمی پر تصدق بجاے قہر، رحمت کررہا ہے
رسولِ ہاشمی محبوبِ داور قدم اُن کا عرب میں آگیا ہے
جو اُن میں عقل ہوتی، دیکھتے ہم کہ ہر ہر فرد، آقا پر فدا ہے
مگر اُلٹی سمجھ پر لاکھ لعنت عنادِ حق ہر اک کا مشغلہ ہے
وہ اپنی آنکھ سے یہ دیکھتے تھے مدد پر حق کے خود دستِ خدا ہے
کہیں ڈوبا ہوا سورج پلٹ آئے کہیں شق القمر کا معجزہ ہے

اس کے بعد شبِ اسرا کے دولہا ﷺ کے کئی معجزات کو نظم کرنے کے بعد عرب کے

کفار و مشرکین کے پیہم انکار کا ذکر کرتے ہوئے حضرت سید محمد اشرفی کچھوچھوی نے نبیِ کریم ﷺ پر کیے گئے مظالم اور تشدد کا دردانگیز بیان کیا ہے جو ہمیں بھی کرب یہ آہنگ سے ہمکنار کر دیتا ہے۔

مگر اللہ رے! ضدّ و شرارت　　عرب سب دیکھ کر اندھا بنا ہے
تشدد پر اتر آیا ہے کوئی　　کوئی کیّادیوں میں مبتلا ہے
خدا کا نام مٹ جائے جہاں سے　　یہی ہر ایک کا اک مدعا ہے

کفار و مشرکین کی جانب سے نبی پاک ﷺ کو طرح طرح سے ستانے کا یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ ابلیسِ لعین شیخ نجدی کی صورت میں چھبیس رجب المرجب کو آیا اور دشمنانِ اسلام کو یہ ناپاک مشورہ دیا کہ شمعِ رسالت (ﷺ) کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گُل کر دینے میں ہی لات و منات اور ہبل و عزیٰ کی بقا ہے، ورنہ اسلام کے سیلِ رواں کو روکنا کسی کے بس میں نہ ہوگا۔ اِدھر دارالندوہ میں رحمۃ للعالمین ﷺ کو معاذ اللہ قتل کرنے کا ناپاک منصوبہ کیا گیا تو اُدھر عرشِ معلیٰ پر آپ ﷺ کی رفعت و منزلت کو دنیا والوں کے سامنے مزید دکھانے کے لیے معراج کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ محدثِ اعظمِ ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی کا حُسنِ تخیل اور آپ کی شعری پرواز جس سہل اور اچھوتے انداز میں واقعۂ معراج کا بیان کرتی ہے دل سے بے ساختہ سبحان اللہ کی داد نکلنے لگتی ہے۔

رجب کی آ گئی چھبیسویں آج　　گلی میں مکّہ کے اک جمگھٹا ہے
خدا کا نام مٹ جائے جہاں سے　　یہی ہر ایک کا اک مدعا ہے
کسی تدبیر سے اسلام مٹ جائے　　یہی ندوہ میں ہر اک سوچتا ہے
کہا یہ شیخ نجدی نے کہ بس ایک　　ہمارا اور تمہارا مدعا ہے
کہ کردو ختم تم ختم الرسل کو　　تو بس اسلام کا بھی خاتمہ ہے
یہاں کفار میں ہوتا ہے یہ طے　　وہاں عرشِ معلیٰ ہل رہا ہے

یہ ہے موسیٰ ، یدِ عیسیٰ نہ داؤد　　مرا پیارا محمد مصطفیٰ ہے
سنو جبریل! سدرہ چھوڑ دو تم　　کہ وقتِ کارِ سرکار آگیا ہے
مرے محبوب سے جا کر یہ کہہ دو　　بُلاتا عرش پر تم کو خدا ہے
سواری کو بُراقِ برق رفتار　　وہ لینا جس میں کو میں نے چُن رکھا ہے
لباسِ نور لے کر ساتھ جانا　　ازل میں منتخب جو ہو چکا ہے
بجھادو مشعلِ خورشید فوراً　　کہ اس دم اوج پر شمس الضحیٰ ہے
گھٹا کر چاند بادل میں چھپادو　　کہو بدرالدجیٰ صل علیٰ ہے
بدن پر خلد کا نورانی حُلّہ　　کمر کا پٹکا اک نوری ردا ہے
ہیں زلفیں لیلۃ القدر اور واللیل　　تو رخ والشّمس والفجر و ضحیٰ ہے
خدا کا نور ہے نورٌ علیٰ نور　　تجلّی ہے ظہورِ پُر ضیا ہے
اسی حالت میں آئے آپ کعبہ　　ہے سر سجدہ میں اور لب پر دعا ہے

بعد ازاں سید الشعراء سید محمد اشرفی کچھوچھوی نے شبِ اسراو معراج کے دولہا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مکمل سفرِ اسراو معراج کا خوب صورت منظوم نقشہ کھینچا ہے۔ جس میں جذبات کی صداقت، خیالات کا تقدس، تشبیہات واستعارات، زبان و بیان کی شیرینی، الفاظ کی جدت وندرت، صنائع کے نجوم اور بدائع کے مہر و ماہ چمکتے چمکتے دکھائی دیتے ہیں۔ ۴۳۳ اشعار پر پھیلی ہوئی تشبیبِ دوم میں آپ نے واقعۂ معراج کے منکرین کا ردِ بلیغ بھی فرمایا ہے۔ محدثِ اعظمِ ہند سید محمد کچھوچھوی نے اس مقام پر اپنے تبحرِ علمی اور فکری بصیرت کو بروئے کار لاتے ہوئے معترضین کے بے جا اعتراضات کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے ہیں۔ تشبیبِ دوم کا یہ حصہ ہر اعتبار سے لائقِ تحسین اور قابلِ مطالعہ ہے۔

(۳) تشبیبِ سوم ’’تمہیدِ ذکرِ میلادشریف‘‘ عنوان سے موسوم ہے۔ جس میں میلاد النبی

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا محبت آمیز بیان کیا ہے۔ اسی سے منسلک آخر میں سلام بہ حضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی پیش کیا گیا ہے۔ یہ تشبیب اٹھائیس/ ۲۸/ اشعار کو محیط ہے۔ اس طرح یہ قصیدہ پانچ سو ستائیس/ ۵۲۷/ اشعار پر پھیلا ہوا ہے۔ سید الشعراء سید محمد اشرفی کچھوچھوی کے ''قصیدۂ معراج'' کی مرقومہ ''تمہیدِ ذکرِ میلاد شریف'' سے موسوم یہ تشبیبِ سوم ؛ قصیدے کی تشبیبِ دوم کے مضامین سے ہم رشتہ ہے۔ بہ قول ڈاکٹر فرحت علی صدیقی مرحوم:

''یہ حقیقتِ معراج کی وضاحت کرنے والا ایک ایسا شعری اظہار ہے کہ اس میں معترضین کے بے جا خدشات اور منکرینِ معراج کے بے وجہ اعتراضات کے بھی جوابات دیئے گئے ہیں۔ جس کے توسط سے معراج میں وقوع پذیر ہونے والے کئی امور کا خلاصہ ہوجاتا ہے۔ جیسے کہ بعض عقل سے عاری اور مادی نظریات کے حامل لوگ کہا کرتے ہیں کہ جسم کثیف ہے، کثیف شَے اوپر کیسے جاسکتی ہے؟ حضرت سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''معراج نامہ'' کے شعری اسلوب میں بڑی روانی، برجستگی کے ساتھ والہانہ طرزِ اظہار سے اس خام خیالی کا پردہ--- چاک کیا ہے''۔

اس قصیدے کی تشبیبِ سوم کا آغاز منکرینِ معراج کے بے جا اعتراضات کے عقلی و نقلی دلائل و براہین سے مزین جوابات کے بعد یوں ہوتا ہے۔

بیاں اوپر یہ جو کچھ ہوچکا ہے
کوئی ''قصہ'' نہیں ہے ''واقعہ'' ہے

نہیں معراج میں حیرت کا موقع
کہ مرکز اپنی ہر شَے کھینچتا ہے

کوئی ڈھیلا اُٹھا کر اونچا پھینکو
تو دیکھو گے زمیں پر گر پڑا ہے

جھکاؤ جس طرف شعلہ کو چاہو
مگر پاؤگے اوپر جارہا ہے

ہر اک شَے اپنے مرکز کو ہے جاتی
کشش کا مسئلہ مانا ہوا ہے

گیا نورِ خدا گر عالمِ نور
تو حیرت کیا ہے استعجاب کیا ہے

تعجب ہے، تو اِس پر ہے کہ وہ نور
زمیں پر کس طرح پیدا ہوا ہے

یدِ قدرت کی ہے تحریکِ قِسریٰ   کہ نور اللہ ہم میں آگیا ہے
تنِ بے سایہ کا سایہ نہ ہونا   اُسی نورانیت کا معجزہ ہے

دیگر معراج ناموں کے برعکس محدثِ اعظمِ ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی کے اس قصیدے میں ''معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے ذکرِ جمیل کے ساتھ ساتھ ''میلادِ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کا محبت آمیز تذکرہ اہلِ سنت و جماعت کی شہرۂ آفاق خوش عقیدگی کی روشن عکاسی کرتا ہے۔ ''میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کا ذکرِ خیر دنیا بھر کے خوش عقیدہ مسلمانوں کے روح کی غذا ہے۔ لہٰذا نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشقِ صادق سید الشعراء محدثِ اعظمِ ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی کے فکر و قلم سے ذکرِ میلاد کی خوشبوئیں پھوٹنا ایک فطری عمل ہے؛ فرماتے ہیں ۔

بیاں معراج کا میں کررہا تھا   زباں پر نامِ میلاد آگیا ہے
یہ ہے وہ ذکر جس میں یہ طریقہ   مسلمانانِ عالَم کا رہا ہے
سنا میلاد کو جس دم تو ہر اک   پَے تعظیم دیکھو گے کھڑا ہے
جو ہیں منکر، عقیدے سے اب ان کو   انھیں اسلام سے کیا واسطہ ہے
بحمداللہ! تم ہو اہلِ سنت   تمہارا دین عزِّ مصطفیٰ ہے

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سلام با قیام اہل سنت و جماعت کی شہرۂ آفاق روایت کا نام ہے۔ سید الشعراء محدثِ اعظمِ ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی کے اس شاہ کار ''قصیدۂ معراجیہ'' کا اختتام سلام با قیام پر ہوتا ہے۔ ۲۸/ اشعار کو محیط تشبیبِ سوم میں ۶/ بند سلام پر مبنی ہیں۔ ۴/ ۴/ مصرعوں پر مشتمل ان بندوں کے بعد ''یا نبی سلام علیک'' کی تکرار نے عقیدت و محبت کے حُسن کو دوبالا کردیا ہے ۔

تخت والے تاج والے   حکم والے راج والے
بیکس و محتاج والے   اے مرے معراج والے

یَا نَبِی سَلَام عَلَیکَ

اے مدینہ کے بسیّا لامکاں کے تم جویّا
ہے بھنور میں موری نیّا کون ہے تم بن کھویّا
یَانَبِی سَلام عَلَیكَ

تم ہو بحر و بر کے آقا خشک کے ہر تر کے آقا
کہتر و مہتر کے آقا سیّدِ مضطر کے آقا
یَانَبِی سَلام عَلَیكَ

حضور محدثِ اعظمِ ہند سیّد محمد اشرفی کچھوچھوی کے خامۂ مُشک بار سے نکلا ہوا یہ قصیدہ سلاست وروانی، جدت وندرت، حُسنِ بیان، جذبہ وتخیل، صنائع وبدائع، تصویریت کے حُسن، منظر کشی کے جمال، تشبیہات و استعارات، وارفتگی وشیفتگی، لسانیاتی تعمل، تراکیب، امیجری، پیکر تراشی، قرآنیات واحادیث کے رچاؤ کا ایک حسین وجمیل نگارخانۂ رقصاں ہے۔ اس قصیدے میں واقعۂ معراج واسرا کو حضور محدثِ اعظم ہند سیّد محمد اشرفی کچھوچھوی نے جس سلیس اور شگفتہ پیرایۂ بیان میں پیش کیا ہے وہ اپنے آپ میں ایک جداگانہ طرز رکھتا ہے۔ بڑے ہی سہل اور آسان انداز میں آپ نے شبِ اسرا کے دولہا نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے اس اہم گوشے کو ''قصیدۂ معراج'' میں اجاگر کیا ہے۔ فنّی اعتبار سے اس قصیدے کا مقام بڑا بلند و بالا ہے۔ حضرت محسنؔ کاکوروی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے قصائد کے ساتھ ساتھ حضرت سیّد محمد اشرفی کچھوچھوی کے اس قصیدے کو نعتیہ قصیدہ نگاری میں یقیناً بڑی وقدر منزلت سے دیکھا جانا چاہیے۔

حضور محدثِ اعظم ہند سیّد محمد اشرفی کچھوچھوی کے اس ''قصیدۂ معراجیہ'' کا مکمل تجزیہ کرتے ہوئے معروف علمی شخصیت ڈاکٹر عبدالمجید بیدارؔ (سابق پروفیسر وصدر شعبۂ اردو عثمانیہ یونی ورسٹی، حیدرآباد) اپنے ایک مضمون ''محدث کچھوچھوی کے منظوم معراج نامہ کی امتیازی خصوصیات'' میں یوں راقم ہیں:

’’معراج نامے کی یہ خصوصیت ہے کہ اس شعری اظہار کے توسط سے حضرت علامہ نے جہاں منظر نگاری کو جگہ دی ہے وہیں ہر مصرعہ کو خیال کی بلندی تک پہنچا دیا ہے۔ چناں چہ ’’معراج نامہ‘‘ کی تشبیبِ اوّل ’’نیچرل سینری‘‘ پر مرکوز ہے۔ جس کے توسط سے مسلسل پینسٹھ اشعار حضرت علامہ نے فطری منظر کو پیش کرتے ہوئے جہاں موجِ صبا، بادِ بہاری، ابرِ کرم اور بزمِ ہستی کا ذکر کیا ہے وہیں گل ہائے رنگیں، فرازِ کوہ، شب کے ستاروں اور سیاہی کے علاوہ حرم، حجرے، پھول اور مستی کے حوالے سے ایسی دل فریب منظر کشی کی ہے کہ جس کو پڑھ کر تحسین کے ساتھ ساتھ شاعر کی زبان و بیان اور شعر فہمی پر دسترس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ جہاں تشبیبِ اوّل کو فطری منظر نگاری سے وابستہ کیا گیا ہے وہیں شاعر کے فن کا کمال ہے کہ اس نے علمی بصیرت اور فکری فضیلت کو کام میں لاتے ہوئے ’’معراج نامہ‘‘ کی تشبیبِ دوم کو تاریخی علمی پس منظر میں نمایاں کیا ہے۔ تشبیب کے اس دوسرے حصے میں بھی تاریخی واقعات اور علمی احساسات کو بیان کرنے کے دوران جہاں شعری حُسن اپنے جلوے دکھاتا ہے وہیں واقعات کی پیش کشی مرحلہ وار شعری حُسن میں ڈھل کر یہ ثابت کرتی ہے کہ شاعر نے منظوم پیش کشی کے دوران حُسن کارانہ دلائل اور فن کارانہ اظہار کے ذریعہ شاعری کو کرامت کے درجہ میں داخل کر دیا ہے۔ تشبیبِ دوم کے زیادہ تر اشعار میں پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی معراج کی روانگی سے لے کر واپسی تک کے احوال کی ایسی تصویر کشی کی گئی ہے کہ ہر شعر پر دل کی گہرائیوں سے دادو تحسین کے نعرے بلند ہوتے ہیں۔‘‘

سید الشعراء حضور محدثِ اعظمِ ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی کے گونا گوں شعری و فنّی محاسن سے آراستہ دل آویز ’قصیدۂ معراج‘‘ کا بالاستیعاب مطالعہ اس خیال کو تقویت پہنچاتا ہے کہ ’’واقعات کی پیش کشی مرحلہ وار شعری حُسن میں ڈھل کر یہ ثابت کرتی ہے کہ شاعر نے منظوم پیش کشی کے دوران حُسن کارانہ دلائل اور فن کارانہ اظہار کے ذریعہ شاعری کو کرامت کے درجہ میں داخل کردیا ہے۔‘‘ آپ کی شعری و فنّی ریاضت، جذبۂ تخیل کی بلندی، علم و فضل کی گہرائی و گیرائی، تاریخ و سیرت کے گہرے مطالعہ، تہذیب و اَخلاق سے واقفیت اور زبان و بیان پر استادانہ مہارت و قدرت نے اس قصیدے کو ہر اعتبار سے دو آتشہ بنا دیا ہے جو ہر اعتبار سے لائقِ تحسین و آفرین

ہے۔ واقعۂ معراج کے رموز و اَسرار کو سہلِ ممتنع کا آئینہ دار بناتے ہوئے جن نادر تشبیہات و استعارات کا برملا استعمال کیا ہے وہ عام قاری کو بھی بوجھل محسوس نہیں ہوتا۔ قصیدے کا ایک ایک شعر شبِ معراج کا خوب صورت عکس ابھارتے ہوئے پیرایۂ بیان کی مٹھاس، الفاظ وتراکیب کی ندرت، تصویریت کے حسین تصورات، پیکریت اور امیجری کی نادرہ کاری کے نت نئے تازہ کار گل بوٹے کھلاتا ہے۔ اس قصیدے کی ان ہی خصوصیات کے مدِنظر اسے جدت وندرت کا ایک دل کش نمونہ قرار دینا غیر مناسب نہ ہوگا۔

ڈاکٹر فرحت علی صدیقی مرحوم و مغفور نے حضور محدثِ اعظمِ ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی کے ''قصیدۂ معراج'' کا جدید ہیئت اور فنی لحاظ سے جائزہ لیتے ہوئے اپنے مضمون ''حضرت سید محمد کچھوچھوی کا قصیدۂ معراج، مشمولہ: جہانِ نعت جنوری تا جون ۲۰۱۵ء میں درج ذیل خصوصیات اور محاسن کو بیان کیا ہے:

''اوّل: یہ قصیدہ اپنی ہیئت میں نظم، قصیدہ اور غزل جیسی خصوصیات کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے۔

دوم: یہ کہ اس کی طبع آزمائی طرحی مصرعہ پر ہوئی ہے جب کہ اردو قصیدوں میں ایسی روایت عموماً مستعمل نہیں۔

سوم: یہ کہ سید محمد کچھوچھوی کا یہ پورا قصیدہ قافیہ ردیف سے آراستہ اور فنّی خوبیوں سے سجا ہوا ہے اس کے برخلاف دیگر قصیدے صرف قافیہ کی پابندی سے موزوں کیے گئے ہیں۔

چہارم: یہ کہ اردو ادب کا شہ کار قصیدہ ''المدیح المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کی تشبیب کی ابتدا شرک یا کفرستان سے ہوئی ہے جب کہ سید محمد کچھوچھوی کے ''قصیدۂ معراج'' کی ابتدا عربستان سے کی گئی ہے۔

پنجم: یہ کہ محسن کاکوروی نے ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مرکز بنا کر قصیدہ نظم کیا ہے۔ برخلاف اس کے سید کچھوچھوی نے واقعۂ معراج کے حوالے سے صفات وعظمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کلام کا محور بنایا ہے۔

ششم: یہ کہ دیگر قصیدوں کی بہ نسبت ''معراج نامہ'' میں نادر تشبیہات و استعارات کو بروے کار لایا گیا ہے۔ غرض ایسی بہت سی خوبیاں اور بھی ہیں جو محققین و ناقدینِ شعر و سخن اگر اس طرف توجہ فرمائیں تو ان کا قلم آپ کے اس قصیدہ کو دوسرے قصیدوں سے ممتاز و ممیّز کر سکتا ہے۔

ہفتم: یہ کہ طرحی مصرعہ پر ردیف و قافیہ کی پابندی کے ساتھ ۵۲۷/اشعار پر پھیلا ہوا یہ قصیدہ ''معراج نامہ'' بہ لحاظِ ہیئت و نوع اپنی طرز کا ایک منفرد کلام کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ ان ندرتوں سے بلا شبہ قصیدہ نگاری کی شان اور اہمیت میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ حضرت سید محمد اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ نے سادہ اور سلیس انداز میں واقعہ کی حُسن کاری کو نمایاں کرتے ہوئے شبِ معراج و اسرا کی روحانی و نورانی کیفیات، شام و سحر کی عکاسی اور منظر نگاری کی مدد سے تاثرات کی ایک ایسی فضا قائم کی ہے جس سے حقیقتِ معراج کا بیان شاعری کی معراج تک پہنچ گیا ہے۔''

حقیقتِ معراج کا بیان شاعری کی معراج تک پہنچانے والے سید الشعراء محدثِ اعظمِ ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی نور اللہ مرقدہٗ کا شاعری کو کرامت کے درجے میں داخل کرنے والا یہ خوب صورت اور دل آویز ''قصیدۂ معراج'' مختلف النوع شعری محاسن سے سجا سنورا اپنی نوعیت کی ایک منفرد ''قصیدہ نما نظم'' یقیناً مطالعہ کے لائق ہے۔ اہلِ نقد و نظر اور اربابِ شعر و ادب کو چاہیے کہ اپنے طرز و انداز کے لحاظ سے جدت و ندرت کے آئینہ دار اس قصیدے کو اپنی نقد و نظر کا محور بنا کر اس کے محاسن کو دنیاے ادب میں پیش کریں۔ میں اس قصیدے کی اشاعت کرنے پر محبِ گرامی جناب غلام ربانی فدؔا صاحب کو ہدیۂ تبریک و تحسین پیش کرتے ہوئے اپنے مضمون کا اختتام حضرت ڈاکٹر فرحت علی صدیقی مرحوم و مغفور کے ان جملوں پر کرتا ہوں: ''معراج نامہ ایک 'قصیدہ نما نظم' ہے جس میں ایک جانب تو مثنوی کے تسلسل کو تجرنے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے تو دوسری طرف قصیدہ کے دوسرے جز یعنی گریز سے اجتناب برتتے ہوئے ایک ایسی شعری ہیئت کو تجربے کے توسط سے استعمال کیا ہے جس میں قصیدے کے تشبیب میں پیش ہونے والی بے راہ روی کا کوئی دخل نہیں---- عام طور پر اردو کے شاعروں نے ہیئت کے تجربوں اور اصناف کی تبدیلیوں کے دوران دو اصناف کو ملا کر ایک نئی صنف کی بنیاد رکھی جیسے قصیدہ نما نظم، قصیدہ نما مثنوی، یا پھر نثری نظم

وغیرہ لیکن حضرت سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے مثنوی، قصیدہ اور نظم کے انداز کو ایک شعری رویے میں پیش کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ نہ صرف ''معراج نامہ'' کی تخلیق انجام دے رہے ہیں بلکہ تین شعری ہیئتوں کے خوب صورت سنگم کے ذریعہ ایسا کامیاب تجربہ انجام دیئے ہیں جس سے ہر قسم کی شعری ہیئت ان کے سوچ کا محور بن جاتی ہے۔ اس طرح طویل نظم ''معراج نامہ'' بیک وقت قصیدہ اور مثنوی کی روایتوں کو ساتھ لے کر حضرت علامہ کچھوچھوی کی شعری تخلیق تجربے کی ایک ایسی دلیل بن جاتی ہے جس کے بانی اور روایت گزار حضرت سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی ہی قرار پائے ہیں۔''

توفیق احسنؔ برکاتی، ممبئی

قصیدۂ معراجیہ میں حقائق کی جلوہ گری

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد!

پنڈت کنہیالال دہلوی شعر کا اصطلاحی مفہوم یوں بیان کرتے ہیں:

''شعر کے معنی اصطلاحی میں یہ ہیں کہ کوئی کلام اوزان مقررہ میں سے کسی وزن پر ہو اور قافیہ رکھتا ہو اور متکلم نے بہ نیت موزونی کے کہا ہو۔''

مولانا سید اولاد حسین شاداں بلگرامی سینئر پروفیسر آف یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور مذکورہ تعریف پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مؤلف نے وہ تعریف اختیار کی جو محققین کے نزدیک مردود ہے۔ قرین تحقیق تعریفِ شعر یہ ہے: ''کلام موزوں مُخَیّل جس سے سامع پر تاثیر انقباض یا انبساط ہو۔'' اگرچہ حسب قواعد منطق قید وزن بھی ضروری نہیں، قافیہ و قصد متکلم کی قیدیں تو بالکل دور از کار ہیں۔ قافیہ کی قید سے فرد شعر سے خارج ہو جائے گا۔ قافیہ تحقق نفس شعر کے لیے لازم نہیں بلکہ عوارض میں سے ہے اور قید قصد متکلم اور بھی لغو ہے، کیوں کہ شعر اور نثر میں بنا بر اغلبیت ما بہ الامتیاز وزن ہی ہے۔ جب کسی کلام میں وزن بحور پایا جائے گا تو وہ نظم ہی ہوگا چاہے بہ قصد متکلم ہو یا بلا قصد متکلم احیاناً موزوں ہو گیا ہو۔

ا۔ یہ مصرعہ یوں بھی ہے کروروں منزلوں سے لوٹے تو دیکھا

ہاں بلا قصد متکلم ناظم کو اگر شاعر نہ کہیں تو بجا ہے ۔‘‘(پنڈت کنہیا لال دہلوی ، بحر العروض ، کریمی پریس، لاہور،۱۹۲۶ء، ص: ۴، وحاشیہ)

درج بالا اقتباس کی روشنی میں یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ شعر کے اندر شعریت کا ہونا ازبس ضروری ہے، جسے تخیل کہا جاتا ہے اور شعر کے معنی اشتقاقی پر بھی غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں شعور و تخیل کی چاشنی ضرور ہو ورنہ وہ تک بندی یا محض منظوم اظہار یہ تو کہلائے گا، شعر نہیں۔

قصیدہ اصناف شعر میں ایک مخصوص و ممتاز صنف کا نام ہے، جس کی شناخت مساویانہ طور پر موضوع اور ہیئت سے ہوتی ہے اور دونوں میں سے کسی ایک کے فقدان سے یہ صنف اپنی شناخت کھو دیتی ہے۔ یہی حال مثنوی کا بھی ہے، اگر چہ یہ صورت قصیدے میں مثنوی کی بہ نسبت زیادہ پائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر شمیم احمد اپنے مضمون ’’اقسام شعر‘‘ میں رقم طراز ہیں: ’’ ہیئتی نقطۂ نظر سے قصیدے کی اہمیت اس بات میں بھی مضمر ہے کہ کہا گیا کہ غزل جیسی شاندار صنف سخن اسی کے بطن سے پیدا ہوئی ۔ لہٰذا اس کی ہیئت بڑی حد تک وہی ہے جو غزل کی ہیئت ہے ۔‘‘ چند سطروں بعد مزید لکھتے ہیں:

’’نظم کی مانند قصیدے میں خیالات و مضامین مربوط و مسلسل ہوتے ہیں ۔ چناں چہ اپنے موضوع کے لحاظ سے ہر قصیدے کا کوئی نہ کوئی عنوان ہوتا ہے۔ مثلاً سودا کے چند قصیدوں کے عنوانات یہ ہیں: ’’درمنقبت حضرت علی‘‘، ’’درمنقبت امام رضا‘‘، ’’درمدح عالم گیر ثانی‘‘، ’’درمدح نواب آصف الدولہ‘‘ وغیرہ۔ عنوان کے باوجود کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ قصیدے کو قافیہ کے آخری حرف کی مناسبت سے مخصوص نام دے دیا جاتا ہے۔ مثلاً قصیدۂ لامیہ، کافیہ، میمیہ وغیرہ۔ یہ طریقہ عربی زبان میں زیادہ مقبول ہے ۔‘‘ (درس بلاغت ، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ، نئی دہلی ، ۲۰۰۹ء ص: ۱۳۹)

ظاہری شکل کے اعتبار سے عموماً قصیدے کی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں، تمہیدیہ اور خطابیہ۔ اور موضوع کے لحاظ سے بھی اس کی تقسیم کی جاتی ہے ، مدحیہ، ہجویہ، وعظیہ ، بیانیہ ۔ عموماً مدحیہ قصیدے لکھے گئے ہیں اور اس صنف کے اجزائے ترکیبی تشبیب، گریز ، مدح و دعا مدحیہ قصیدے

ا۔ گئے اودھی کے بمعنی کتنا

ہی سے مختص ہیں۔

مندرجہ بالا علمی و فنی تمہید کے بعد اب ہم تلمیذ امام احمد رضا، محدث اعظم ہند حضرت علامہ شاہ سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے قصیدہ معراجیہ پر اپنی گفتگو آگے بڑھائیں گے۔ حضور محدث اعظم ہند کا یہ قصیدہ ایک ماہر فن اور عالم شریعت کا فنی و علمی شاہ کار ہے اور ایک سچے مخلص عاشق کے ستھرے عشق کا جیتا جاگتا نمونہ۔ جو اپنی ہیئت و موضوع ہر دو لحاظ سے بالکل منفرد المثال اور لاثانی ہے۔ کہنے کو تو یہ یک موضوعی ہے مگر اپنے نادر و بلند اور پرشکوہ مضامین کی وجہ سے اتنا متنوع ہے کہ اس پر ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ یہ قصیدہ شاعر محترم نے اپنے قصد وارادے سے ضرور تحریر کیا ہے مگر شعر میں آمد کی کیفیت اس قدر ہمہ رنگ ہے کہ چند اشعار کے مطالعے سے ہی یہ حقیقت ذہن میں محفوظ ہوجاتی ہے۔ گویا ایک بہتی ندی ہے جو سبک خرامی کے ساتھ ایک خاص سمت بہی جارہی ہے اور لعل و یاقوت باہر پھینکتی جارہی ہے۔

یہ قصیدہ ۱۹۵۶ء میں منعقدہ ایک طرحی مشاعرے کے موقع پر لکھا گیا تھا اور مصرع طرح تھا: ''شب معراج محبوب خدا ہے''۔ مجموعی طور پر یہ قصیدہ مبارکہ ۵۲۸ ر اشعار پر مشتمل ہے، ۵۲۲ ر اشعار میں ردیف و قافیے کا التزام ہے، باقی حصہ سلام کا ہے جو'' یا نبی سلام علیک' کے مروج طریقے پر ہے۔ قصیدے میں تین تشبیب موجود ہے، تشبیب اول ۶۶ ر اشعار کو محیط ہے اور اس کا نام ہے نیچرل سینری، اور طرحی مصرعے کی تضمین میں یہ شعر درج ہے:

بتایا اس کو یہ روح الامیں نے
شب معراج محبوب خدا ہے

تشبیب دوم تاریخی و علمی کے عنوان سے ہے اور اس میں ۴۳۴ ر اشعار ہیں، تضمین کا شعر یہ ہے:

بس اے سیدؔ محمد کی یہی رات
شب معراج محبوب خدا ہے

اعلیٰ درجے کی خاکساری اور فروتنی پر مبنی یہ ۵۰۰ واں شعر بھی معاً بعد موجود ہے، فرماتے ہیں:

میں ہوں مداح ، مدحت میرا مقصود
نہ جانوں کیا ردیف و قافیہ ہے

تشبیب سوم تمہید ذکر میلا دشریف پر مشتمل ہے، اشعار کل ۲۲ رہیں اور تضمین کا شعر یہ ہے:

یہی ہوتا ہے ہر دن رات ،گو آج
شب معراج محبوب خدا ہے

اس کے بعد ٦ قطعہ بند اشعار سلام ودعا کے ہیں اور اس طرح یہ قصیدہ مکمل ہوجاتا ہے اور پڑھنے اور سننے والوں کو تاثیر وتاثر کے ایک نئے جہان میں پہنچا دیتا ہے۔ گویا جس رات یہ قصیدہ پڑھا جارہا ہے وہی ''شب معراج محبوب خدا ہے۔''

واقعۂ معراج سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک روشن باب ہے، حقیقت وصداقت کا آئینہ ہے، اعلیٰ ترین معجزہ ہے، قدرت الٰہیہ کی بے کرانی پر روشن دلیل ہے، مقام رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت ورفعت کا بنیادی حوالہ ہے، منطق وفلسفہ کے بے شمار اصولوں کا توڑ ہے، حقیقت نور ونورانیت کی تفہیم کا ذریعہ ہے، حق اور حقانیت کی چمکتا استعارہ ہے، انبیا ومرسلین میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیادت وامامت کے جلووں کا نگارخانہ ہے، اصل کائنات اور محیط ومرکز کو سمجھنے کا وسیلہ ہے، ہمہ دانی کا دم بھرنے والوں کے لیے سراپا تازیانہ ہے، وفاداروں، جاں نثاروں کے لیے اعتراف کا خزانہ ہے، باغیوں کے لیے نشتر ہے، بے شمار سائنسی انکشافات کا منبع ہے، حقیقتوں کا معدن ہے، صداقتوں کی آماج گاہ ہے، محیر العقول سچے واقعات کا ثبوت ہے، ''بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' کا ماخذ ہے۔ سچ یہ ہے کہ واقعہ معراج میں شریعت کی بزم آرائیاں ہیں، طریقت کی رعنائیاں بھی، معرفت کا ساز بھی ہے، حقیقت کا سوز بھی، محبت کا رنگ بھی ہے، جذبۂ عشق کا سر بھی، اس میں ہمہ رنگ جلوے پنہاں ہیں، اور کائنات کے کہکشانی نظام کی ترنگیں بھی موجود ہیں، صاحب قاب قوسین کی شان رحمت بھی جلوہ فگن ہے، اور ان کے علم کی وسعت کا افق بھی روشن ہے۔ یہ محض ایک واقعہ نہیں ہے، انگشتریِ قدرت ربانیہ کا نگینہ ہے، جس کا حسن ناپا نہیں جاسکتا، جس کی زیبائی آنکی نہیں جاسکتی، جس کی قیمت لگائی نہیں جاسکتی۔ یہاں حقایق ہیں، معارف ہیں، صداقتیں ہیں، کرامتیں ہیں،

عظمتیں ہیں، آفاقیت ہے، بلندیاں ہیں، قوت رفتار ہے، اور بھی بہت کچھ ہے۔

محدث اعظم ہند نے اپنے شاہکار قصیدے میں مذکورہ حقیقتوں کو بڑے دلکش و دل نشیں انداز میں شعر بند کیا ہے، اور طرز اظہار اس قدر اچھوتا اور سہل الفہم ہے کہ اکثر اشعار میں سہل ممتنع کی خوبی منعکس ہے، اور شعر کا باطن پوری طرح مجلّا ہو گیا ہے۔ بیانیہ انداز بیان اس پر مستزاد ہے، قدرت الٰہیہ کے حسین نظاروں اور خوش گوار ماحول کی منظر کشی نے قصیدے کو بہت اونچا کر دیا ہے۔ ذرا آغاز ملاحظہ کریں:

یہ کیسی موج میں باد صبا ہے
خمار آلود جھونکوں میں ہوا ہے
یہ کیوں ابر بہاری چھا گیا ہے
کہ جو ہے مست ہے آخر یہ کیا ہے

ارض و سما کی مستی، شبنم کے ننھے ننھے قطروں سے ڈھکے گلوں کا حسن، سمندروں کی پر کیف فضا، سبزہ زاروں کا نگار، آبشاروں کا ترنم، نغمہ بار موجیں، مے کدوں کا انوکھا ماحول اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ دل جھوم جھوم جاتا ہے، اور بارہویں، تیرہویں شعر میں یہ مضمون تو تلمیحات کا مرقع ہے:

یہ وہ مے ہے جسے دن رات پینا
روا ہے ،ہاں روا ہے، ہاں روا ہے
یہی وہ کیف ہے جس کا ازل سے
تمنائی ہمارا اتقا ہے

دوسرے شعر میں قرآنی صداقت ''الست بربکم ، قالوا بلیٰ'' کے جلوے پوری طرح عکس ریز ہیں۔ یہ وہ مئِ الست ہے، جس کی حلاوت و شیرینی لذت آمیز بھی ہے، شوق افروز بھی، زہد و تقویٰ کا شیدائی ہر دور میں اس کا منتظر و متمنی رہا ہے، جسے پی کر وہ نغمۂ عشق بلند ہوتا ہے جو دلوں کی دنیا بدل دیتا ہے، انسان کے باطن میں سرور و مستی کے وہ گل کھلاتا ہے کہ اس کا پورا وجود عطر دان بن جاتا ہے اور وہ روحانی مسرتوں سے ذوق آشنا ہو جاتا ہے۔

زمین وآسماں کی انوکھی ترنگوں، شادابیوں، فرشی وعرشی نظام کی خوبیوں، حرم پاک کے خوش ترنگ جلووں، اس کی شان وشوکت، حرمت وعظمت، ذروں ذروں میں پنہاں نور ونکہت، غلاف کعبہ کی طہارت ونفاست، شب کی شبنمی چادر، ماحول کا حسن، فضا کی ابرفشانی، حطیم پاک کا آغوش، آب زمزم کی برودت وطہارت، ابرکرم کے چھینٹے، زمیں سے آسماں تک قدسی ملائکہ کا ہجوم، براق کی خوش قسمتی، ملائکہ مقربین کی خوشیاں، شہنائیاں، باراتیوں کا ازدحام، عجب سماں ہے، نورانی نظارا ہے، اوراس انوکھی بارات کا دولھا کون؟ وہی معراج والا رسول، محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء۔

ان تمام حقائق کو منظوم کرتے ہوئے لاجواب ومنفرد منظر نگاری کا فریضہ نبھایا ہے، لکھتے ہیں:

یہاں سے لامکاں تک نور ہی نور
یہ کس کی جوت سے سب پر ضیا ہے
نہیں آتا سمجھ کے بھی سمجھ میں
خداوندا یہ کیسا ماجرا ہے
جسے دیکھا نہ تھا چشم فلک نے
نظارا آج اس کا برملا ہے
کھلا 'لؤاب تو باب ام ہانی
کوئی نور مجسم آرہا ہے
چلے آتے ہیں پیچھے پیچھے جبرائیل
چھتر اک ہاتھ میں اک میں عصا ہے
ادب سے جس نے پوچھا ان سے جاکر
بتا دیجے کہ آخر آج کیا ہے
بتایا یہ اس کو یہ روح الامیں نے
شب معراج محبوب خدا ہے

قدرتی مناظر کی دلکش منظر کشی اور پیکر تراشی سے معمور تشبیب اول یہاں اختتام پذیر ہوتی ہے ۔تشبیب دوم میں تاریخی وعلمی بحثوں کو بڑے عالمانہ ومؤرخانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے،اس میں اسلام کے دوراول کے حالات،عرب کی تہذیب،تمدن،کلچر،اخلاقی سوچ،جہالت وسفاہت،ظلم وبربریت،انسانیت سے عاری خصلتیں،انصاف سے معریٰ فیصلے،اورایسے شوریدہ ماحول اورخون ٹپکاتی تہذیبی فضا میں شہنشاہ عرب وعجم،رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا بیان پوری صداقت کے ساتھ موجود ہے ۔آمد رسول نے اندر باہر کی ہر دنیا کو زیروزبر کرڈالا ،عدل وانصاف کی باد بہاری چلی،ظلم ونا انصافی کا شیش محل چکنا چور ہوگیا۔اسلام کی چمک نے دلوں میں اجالا بھر دیا،اب ہر کوئی شیدائی ہے،تمنائی ہے،کل بہت سے دشمن تھے،اب ہر کوئی واری جارہا ہے، دشمنوں کا پروپیگنڈا بھی ہے،ان کی سازباز بھی ہے،شاطرانہ چالیں بھی ہیں،مگر توحید ورسالت کی طاقت کے سامنے ہر کید زیر ہے ، ہر مکر شرمندہ ہے ، ہر چال ناکام ہے ۔گویا سرزمین مکہ میں رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیتے ہوئے شب وروز کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ پورا نقشہ نگاہوں میں گھوم جاتا ہے۔محبوب خدا غم زدہ ہیں،دشمنوں کی پیہم شورشیں ہیں،محبوب کا دل زخمی ہے،ایک الگ قسم کا درد ہے،جو بار بار اپنی ٹیس بڑھا رہا ہے،ایسے نازک وقت میں اس دل کو ڈھارس بندھانے کی ضرورت ہے،خدا کی قدرت اس کی دست گیری کررہی ہے،مگر دل اب بھی بے چین ہے،صبر ورضا کا جمال موجود ہے مگر بے قراری نہیں جاتی ، استقامت واعتماد کی جھلکیاں نمایاں ہیں مگر خدا کے انوار وتجلیات کی زیارت کا اشتیاق فزوں ہورہا ہے،اسی اشتیاق ودرد کی ملی جلی کیفیات سے ہم آہنگ ماحول میں اللہ عزوجل اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے قرب خاص میں طلب فرماتا ہے اور جبریل امین قدسی ملائکہ کی ایک نورانی جماعت کے ساتھ آپ کو اپنے ہمراہ لے جانے کے لیے زمین پر اترتے ہیں ۔محدث اعظم ہند نے قصیدے کی تشبیب دوم میں ایک ایسے واقعہ نگار اور وقائع نویس کا فریضہ نبھایا ہے جو سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جزئیات سے کما حقہ واقف ہے،اسے اسوۂ رسول سے مکمل شناسائی ہے،مکارم رسول سے وہ آگاہ ہے اور ہر ہر آن ادب واکرام بجالاتا ہے۔

معراج کا پس منظر جس حسن وخوبی کے ساتھ شعری متن کا حصہ بنتا ہے وہ بے مثال بھی ہے اور منفرد بھی۔اور دل بے اختیار واہ واہ کہنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ادب وفن سے ہم رشتگی کہیں بھی ٹوٹتی محسوس نہیں ہوتی ، زبان اس قدر صاف ستھری اور خیال انوکھا ہے کہ ’’تم مرے پاس ہوتے ہو گویا۔ جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا‘‘ جیسی ندرت کا احساس ہوتا ہے۔محمد ایوب جن کے پیش لفظ کے ساتھ یہ قصیدہ پہلی بار کلکتہ سے چھپا تھا لکھتے ہیں:

’’حیرت ہے کہ نظم کی معنویت جس قدر پر مغز ہے اس کی زبان اتنی ہی صاف ستھری، سادہ اور سہل ممتنع ہے کہ جو بات جس شعر میں کہہ دی گئی ہے اس سے بہتر اور آسان نثر میں بھی کہی نہیں جاسکتی ۔بعض مصرعے تو اس قدر زبان زد کی اہلیت رکھتے ہیں کہ ضرب المثل بن جائیں تو تعجب نہیں۔‘‘

راقم کا اپنا تاثر ہے کہ سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے اپنے قصیدے میں نادر تشبیہات کی کہکشاں سجادی ہے اور تعبیرات کا ایسا لالہ زار بُنا ہے جس کی مثال نہیں ملتی ، جبریل امین نے حکم رب پا کر اپنا مستقر چھوڑا، سواری کو براق برق رفتار ساتھ لیا، ازل سے منتخب کیا ہوا لباس نور سنبھالا، مشعل خورشید بچھایا، زمیں سے آسماں تک دھومیں مچی ہوئی ہیں ، ہر جگہ آمد رسول کا غلغلہ بلند ہورہا ہے۔اب آگے قصیدہ پڑھیں:

چلے روح الامیں ، دیکھا حرم میں
در محبوب پر پہرا لگا ہے
اگر کھولیں گے باب ام ہانی
تو خطرہ ان کے بال وپر کا ہے
لہٰذا توڑ کر چھت گھر میں آئے
بلاوا یہ عجب انداز کا ہے
یہ حکمت ہے کہ جب محبوب دیکھیں
سمجھ لیں آج ہر پردہ ہٹا ہے

یہاں دیکھا ، ہے خواب ناز میں وہ
کہ جس کا دل ہمیشہ جاگتا ہے

شب معراج کی حقیقتوں کا اس قدر صاف اور واضح انداز میں بیان ہم نے پہلی بار پڑھا ہے، حقائق کی مرقع کشی اور واقعات کی کشیدہ کاری بالکل نادر اور ممتاز ہے۔ بیان واقعہ کے ساتھ علم شریعت وطریقت کے جو جلوے آشکار ہیں وہ آخری شعر سے عیاں ہیں۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے آقا ارشاد فرماتے ہیں: ''میری آنکھیں سوتی ہیں، دل جاگتا ہے۔'' یہاں جبریل امین کا اعتقاد ومشاہدہ مجلّا ہوگیا ہے۔ بارگاہ رسول کا ادب، جبریل کی آزمائش، یوں ہی نیند سے بیدار کرنا خطرے سے خالی نہیں، اب کیا کریں؟ کیسے جگائیں؟ اپنا مدعا اور رب کا پیغام تو پہنچانا ہے، مگر کیسے؟

اس کے بعد جبریل امین نے جو کیا وہ تاریخ وسیرت کا اٹوٹ حصہ اور واقعہ معراج کا درخشندہ گوشہ ہے۔ اپنی کافوری پیشانی نبی کے تلووں سے مس کرتے ہیں، جبین جبریل امین کی برودت سے نبی کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، آقا بیدار ہوجاتے ہیں۔ واقعہ معراج یہی کہتا ہے مگر اس کے بعد قصیدہ معراجیہ میں محدث اعظم ہند کی زبانی جو حقیقت بیان ہوئی ہے وہ نفس واقعہ سے بہت بلند اور تیسری آنکھ سے مشاہدہ کی جانے والی حقیقت ہے:

کہا کرتے تھے اس کے بعد جبرائیل
مجھے اس کا خیال اکثر رہا ہے
مری پیشانی میں ٹھنڈک ہے یہ کیوں
مجھے کافور سے کیا واسطہ ہے
حبیب حق کے تلوٶں سے تھا ملنا
شب معراج یہ عقدہ کھلا ہے

درج بالا اشعار میں جو معنوی ابعاد روشن کیے گئے ہیں وہ محدث اعظم ہند کی دور بین نگاہوں کی وسعت کا پتہ دیتے ہیں۔ یہ بہت بڑا کمال ہے جو ہمیں یہاں نظر آتا ہے۔ جبریل امین نے اللہ

کا پیغام سنایا، جانے کی تیاری شروع ہوئی، شق صدر کا تیسرا واقعہ رونما ہوا، ”**الم نشرح لک صدرک**“ کی تجلیوں سے سینہ انوار ربانی کی آماج گاہ بن گیا،غسل فرمایا،لباس نور زیب تن فرمایا ،عمامہ شریف باندھا،زلفیں ”**واللیل اذا سجیٰ**“ کا سماں بنارہی ہیں،معراج کا دولھا مکمل تیار ہوکر خانہ کعبہ میں حاضر ہوتا ہے، خدا کی جناب میں سجدہ ریز ہوکر اپنی امت کی بخشش کی دعا کرتا ہے، **رب سلم امتی** کی صدا ہے:

الٰہی ! میری امت ہے گنہ گار
تری بخشش پہ سب کا آسرا ہے
مجھے تو بخش دے اب میری امت
یہی ہر وقت تجھ سے التجا ہے

اور پھر براق پرسواری کا وقت آ گیا تو چشم نبوت میں آنسو ہیں، قلب پاک مضطر ہے، جشن کا ماحول دیکھا تو آہ نکلی، حشر میں امت محمدیہ کی حالت کا نقشہ نگاہوں میں گھوم گیا، تب:

کہا جبریل نے اے حق کے پیارے
یہ کیوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہا ہے؟
محب محبوب کے ملنے کی ساعت
یہ کیسی آہ ہے ، کیسی بکا ہے ؟
کہا : کیا جانو تم جبریل اس کو
مجھے اس وقت کیا یاد آ گیا ہے

ایسے نازک وقت اور غم زدہ ساعت میں اللہ عز وجل کی طرف سے ندا آتی ہے کہ آپ کی امت کا حامی آپ کا رب ہے، آپ غم نہ کریں، امت کا خیال دل سے نکال دیں، اور خوش خوش براق پرسوار ہو جائیں ۔ آقا علیہ السلام براق پرسوار ہو جاتے ہیں اور یہ قافلہ سوے مسجد اقصیٰ روانہ ہو جاتا ہے، جہاں انبیا و مرسلین کی جماعت آپ کی منتظر و مشتاق ہے، وہ سب آپ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے ہیں، مرحبا مرحبا کی صدائیں ہیں، انبیا و مرسلین کی گزارشات ہیں، اور اس امامت سے یہ

عقدہ بھی مشاہدہ بن گیا:

ہوا ثابت نبی سارے نبی ہیں
مرا آقا امام الانبیاء ہے

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر معراج کی داستان قطعی الدلالۃ ہے، اس کا انکار کفر ہے، قرآن بیان فرماتا ہے: "**سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ**"، محدث اعظم ہند لکھتے ہیں:

سفر کا اتنا حصہ ہے یقینی
کہ قرآں اس کو خود فرمارہا ہے
روایت اور دلالت دونوں قطعی
جو منکر ہے وہ کافر بے حیا ہے
ہے جو مشہور سیر آسمانی
بہت سچ ہے حدیثوں میں لکھا ہے
روایت جس کی ہے مشہور وحجت
عقائد تک میں اس کو لے لیا ہے

قرآن واحادیث مشہورہ کی یہ حقیقتیں کتنی واضح اور پاک ہیں، معلوم ہوا کہ واقعہ معراج صداقتوں کا آئینہ دار ہے، اس میں سچائیوں کی دھنک رنگ کرنیں پوشیدہ ہیں اور یہ معراج یقیناً معراج جسمانی تھی، خوابیدہ حالت کا واقعہ نہیں، بلکہ جسم وروح کے ساتھ نبی کا سفر جاری تھا، ابتدا تا انتہا کبھی روح سے جسم جدا نہیں ہوا، حضور محدث اعظم ہند نے ۱۲۸/اشعار میں جسمانی معراج کی حقیقت کو اجاگر کیا ہے اور تردید وطنزیہ لہجے میں معراج جسمانی کے مخالفین کی گوشمالی کی ہے، فرماتے ہیں:

جسے انکار اس معراج جسمانی سے ہو
یہ سمجھو جیسے پاگل بک رہا ہے

ہر اک فرقے سے ہے وہ بے تعلق
نہیں اس سے کسی کو واسطہ ہے

معراج جسمانی کے منکرین اور معراج منامی کے مؤیدین نے اپنے موقف کے ثبوت میں جو عقلی و نقلی دلائل دیے ہیں اور قول عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سہارا لے کر جو نظریہ گڑھا ہے محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ان کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیے ہیں اور پورے علمی طمطراق کے ساتھ قوت استدلال کا مظاہرہ فرمایا ہے، انھوں نے عقلی ثبوت کی اتنی مثالیں پیش کی ہیں کہ ان کی طباعی روشن ہو گئی ہے، اور پھر حیات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختلف گھڑیوں میں پیش آنے والی معراج منامی کی تصویر کشی کی ہے، چند اشعار آپ بھی دیکھیں:

ہوا ثابت کہ معراج منامی
کہے جو ، خواب خود ہی دیکھتا ہے
رہی اب وہ روایت جس میں مروی
ہے معراج منامی ، حق بجا ہے
مگر اس میں نہیں انکار اس سے
جو "سبحٰن الذی" فرمارہا ہے
الگ ہی ذکر ہے قرآں میں جس کا
منامی واقعہ اک دوسرا ہے
جو سچ پوچھو تو معراج منامی
ہوئی آقا کو میرے بارہا ہے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جس معراج کی تصدیق کریں، ابوجہل جس کی تکذیب کرے وہ معراج جسمانی ہی ہے، منامی نہیں، ورنہ اس کی تصدیق و تکذیب چہ معنی دارد؟ اس کے بعد شعر نمبر ۳۴۴ سے پھر واقعے کی کڑیاں مل جاتی ہیں اور مسجد اقصیٰ سے سیر فلک کا بیان آگے بڑھتا ہے۔ ہر آسمان پر نبی کا استقبال ہو رہا ہے، انبیا سے ملاقاتیں ہو رہی ہیں، ستاروں کی کہکشاں خوش ہے،

فلک کا آفتاب جھوم رہا ہے، قدسیوں کی جماعت میں خوشیوں کے ترانے ہیں، انوکھے شادیانے ہیں، ساتوں آسمانوں کی سیر مکمل ہوجاتی ہے، مقام سدرہ آتا ہے جو جبریل امین کا مستقر ہے، وہی ان کا منتہیٰ ہے:

کہا جبریل نے اے میرے آقا !
یہی سدرہ ہمارا منتہیٰ ہے
بڑھوں گر بال بھر بھی اس جگہ سے
تو دیکھوں بال وپر سب جل گیا ہے

آگے کی منزل آقا صلی اللہ علیہ وسلم تنہا طے کرتے ہیں، قدم عرش الٰہی کا چومتا ہے، قرآن کی بے شمار شہادتیں یہاں جلوہ فگن ہیں، یہاں ''ادن منی'' کے جلوے ہیں، ''لن ترانی'' نہیں ہے، ''**ثم دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ**'' کی رعنائیاں ہیں، متیٰ، این، الیٰ، کیف کی ساری حقیقتیں گم ہیں، مرکز ودائرہ میں فرق مشکل ہے، ''**انا اعطینک الکوثر**'' کے وعدے کی تکمیل ہے، ''**ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ**'' کی نورانیت ہے، ''**وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما**'' کا حسن ہے، غیب وشہود کی جولانی ہے، راز ونیاز ہے، ''**فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ**'' کی تجلی ہے، تحفۂ نماز ہے، امت کی بخشش ہے، واپسی کا سفر ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات، ان کی گزارش اور بار بار کا سفر، پھر اختتام و واپسی کو اتنی مہارت کے ساتھ اشعار کی زبانی اجاگر کیا گیا ہے کہ پورا نقشہ نگاہوں میں گھوم جاتا ہے۔ اخیر میں دعا واستغاثہ بھی ہے جو محدث اعظم ہند نے اللہ ورسول کی جناب میں پیش کیا ہے، التجائیہ لہجہ بھی ہے، مناجات بھی، آہیں بھی، کراہیں بھی اور پھر یہ اشعار:

مرا اللہ ہے اور کعبۂ دل
محمد لب پہ ہے اور خاتمہ ہے
بس اے سیّد محمد کی یہی رات
شب معراج محبوب خدا ہے

میں ہوں مداح مدحت میرا مقصود
نہ جانوں کیا ردیف و قافیہ ہے

یہاں تشبیب دوم مکمل ہوجاتی اور آگے تشبیب سوم میں ذکر میلاد مصطفی کی تمہید کا بیان ہے جو بائیس اشعار میں پیش کیا گیا ہے، اور اخیر میں چھ اشعار میں سلام ہے۔تشبیب سوم میں جو اشعار ہیں وہ بھی برجستگی کی اعلیٰ مثال ہیں ۔ ان میں عقائد اہل سنت اور اس کے مذہبی رسوم کو بیان کرتے ہوئے بے شمار سائنسی حقیقتوں کی تفہیم کا حق ادا کیا گیا ہے۔نظریۂ کشش ثقل پہچاننے والے افراد ان اشعار کو بہت آسانی سے سمجھ جائیں گے اور عام افراد بھی اپنے مشاہدے کو تسلیم کرلیں گے، فرماتے ہیں:

نہیں معراج میں حیرت کا موقع
کہ مرکز اپنی ہر شے کھینچتا ہے
کوئی ڈھیلا اٹھا کر اونچا پھینکو
تو دیکھو گے زمیں پر گر رہا ہے
جھکاؤ جس طرف شعلے کو چاہو
مگر پاؤ گے اوپر جا رہا ہے
ہر اک شے اپنے مرکز کو ہے جاتی
کشش کا مسئلہ مانا ہوا ہے
گیا نور خدا اگر عالم نور
تو حیرت کیا ہے ، استعجاب کیا ہے

مذکورہ اشعار میں کتنی آسانی کے ساتھ معراج جسمانی کے منکرین کے عقلی دلائل کے شیش محل کو سائنسی اصولوں اور مشاہداتی مسلمات سے مسمار کردیا ہے۔ ہمارے نبی نور خدا ہیں ، یہ حقیقت ’’قدجاء کم من اللہ نور و کتب مبین ‘‘اور ’’اول ماخلق اللہ نوری ‘‘سے عیاں ہے۔اس نور کو شعلہ سے تشبیہ دی گئی ہے،اس نور کا اوپر کی طرف جانا کوئی حیرت واستعجاب کی بات نہیں ہے، بلکہ

وہ تو اپنے مرکز کی جانب گیا ہے اور اپنے مستقر میں پہنچا ہے، یہاں امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے قصیدۂ معراجیہ سے ایک شعر پیش کیا جارہا ہے جو مذکورہ حقیقت کو بڑے اچھوتے انداز میں اجالتا ہے، فرماتے ہیں:

وہی ہے اول، وہی ہے آخر، وہی ہے باطن، وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

حضور محدث اعظم ہند نے اپنے قصیدے میں استاذ گرامی امام احمد رضا قادری کے فکر وفن کا تتبع کیا ہے۔ قصیدے کے ناشر محمد ایوب لکھتے ہیں:

''اس میں شبہہ نہیں کہ قصیدۂ رضویہ کے سامنے اس نظم میں تلمذ کی بو آتی ہے، بلکہ ایسے نازک موقعوں پر جہاں قلم کی احتیاط پر قانون شریعت کا دبدبہ بطور سنسر قائم ہے اس نظم نے استاد کے لفظوں کو نقل کر دینے میں اپنی پناہ پائی ہے۔ لیکن پھر بھی اپنی چند خصوصیات میں بالکل اچھوتی چیز ہے۔''

حاصل یہ ہے کہ حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی کا یہ قصیدہ فکر وفن کا عظیم شاہکار ہے، واقعہ نگاری، اور مرقع کشی میں اپنی مثال آپ ہے، انداز، اسلوب، اور لب ولہجے کی انفرادیت قابل دید ہے، اس میں علمیت کی شان ہے، استدلالی رنگ ہے، یہ نادر تشبیہات واستعارات کا خزانہ ہے، حسین اور دلکش لفظیات کا نگارخانہ ہے، محبتوں اور محنتوں کا آئینہ خانہ ہے، ذہانت وفطانت کا منہ بولتا ثبوت ہے، شاعرانہ پیکر تراشی اور منظر نگاری کا اعلیٰ تریں نمونہ ہے، حقائق ومعارف کی آماج گاہ اور شعریت وشریعت کا خوب صورت گل دستہ ہے۔ سچ تو یہ کہ یہاں فن ہے، ادب ہے، فکر ہے، خیال بندی ہے، فکری اٹھان ہے، محاوراتی کشش ہے، شفافیت ہے۔ درحقیقت یہ قصیدہ تاریخ شعر وادب کا افق کا ایک درخشندہ آفتاب ہے جو اپنے دامن میں ہزاروں ستارے چھپائے ہوئے ہے مگر ان کی روشنیاں چھن چھن کر باہر آرہی ہیں اور دلوں کی دنیا روشن ہو رہی ہے۔

محمد ادریس رَضوی۔ایم،اے
سنّی جامع مسجد پتری پُل،کلیان،مہاراشٹر

قصیدۂ معراجیہ،اورذکرِ معراج

عمل اور ردِّعمل لازم وملزوم ہےتواس کے ساتھ یہ بات بھی ذہن نشیں رہنی چاہئے کہ دوست عمل کی تعریف کرتا،سراہتا،داد دیتا،ستائش کرتااور دوسروں کے سامنے خوشدلی سے چرچے کرتا ہے،اس کا ردِّعمل یہ ہوتا ہے کہ عدوعیب نکالتا،برائی بیان کرتا،خرابی تلاش کرتا،داغ لگاتا،نقص نکالتاہے،ردِّعمل میں ہماہمی ہوتی ہے،طنزاً ہوں ، ہاں،ایں وآں ہوتے ہیں،ناواقف بھی واقف کار سے بڑھ کر باتیں کرتا ہے،اجہل بھی علم داں بن جاتا ہے،مَیلا بھی ستھرا،گندہ بھی پاک ہونے کے راگ الاپنے لگتا ہے،خشک اور خاردار وادی سے بد بودار چشمے ابلنے لگتے ہیں۔

حضور سرور کائنات روحی فداصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب معراج سے واپس آئے توابوجہل نے ردِّ عمل کا اظہار کیا،اس ردِعمل میں شرکت کی غرض سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور کہا ابوبکر سنو تمہارے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کیا کہہ رہے ہیں،کیا تمہاری عقل اسے قبول کرتی ہے،ابوجہل کا مقصد یہ تھا کہ جب ابوبکر کی عقل قبول نہیں کرے گی تو وہ بھی ہمارے ردِعمل میں شامل ہوجائیں گے،لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روداد سن کرفرمایا ’’صدقت یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم‘‘ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ سچ فرما رہے ہیں،یہ دو دھارے دوطرف

سے نکلے،قبولِ عمل اوررِدِّعمل،ایک دھاراایمان والے کی طرف سے،دوسرادھاراکافرومشرک کی طرف سے،ابوجہل نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی باتوں کوقبول کرلیاہےتواس نےعقلی دلیل پیش کی کہ ایک قافلہ مکہ سے گیاہواہے وہ کہاں پرہے؟ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نےفرمایا قافلہ فلاں مقام پررُکاہواہے۔۔۔۔قافلے والے کاایک اونٹ کھویاگیاہے۔۔۔۔قافلہ فلاں دن کوپہنچ جائے گا۔۔۔۔ابوجہل نے پھرسوال کردیاکہ بیت المقدس میں کتنے ستون ہیں؟ان باتوں کا تذکرہ حضرت محدث اعظم ہندسیدمحمداشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ قصیدۂ معراجیہ میں یوں کرتے ہیں:

نبی سیر فلک، کرتے بیاں ہیں
تو جو کافر ہے سن کر ہنس رہا ہے
کہے کوئی بتاؤ راہ کا حال
تو کوئی شکل اقصیٰ پوچھتا ہے
ابوجہل اس کی ہے تکذیب کرتا
سوالوں پر سوال اس نے کیا ہے
نبی نے یہ نہ فرمایا کسی سے
کہ تھا سب خواب جو دیکھا سنا ہے

آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بتادیاکہ اتنے ستون ہیں،ابوجہل پریشان ہوگیاکہ یہ باتیں یہ کیسے جانتے ہیں،ابوجہل کے رِدِّعمل کاجواب ربِّ قدیرنے دیا،عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ☆ انہیں سکھایاسخت قوتوں والے طاقتورنے۔۔۔۔اس سورہ کوجس وقت میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حرم میں مکہ کےلوگوں کوسنارہے تھےتووہ لوگ نہیں مان رہے تھے۔۔۔۔اورنہیں مانے آج چودہ سوسال کے بعدبھی یہ دودھارے زندہ ہیں،عمل کی تعریف وستائش کرنے والے مسلمان اوررِدِّعمل کادامن تھامنے والے بنامِ مسلمان، دونوں کے پاس دلائل ہیں،ایک کے پاس مضبوط اوردوسرے کے پاس کمزور،جیسے ابوجہل کے پاس صرف عقلی دلائل تھے

جو کمزور تھے۔

معراج شریف کا ذکر قرآن واحادیث میں ہے،اولیا،محدثین،مجتہدین اور علمائے ملت نے معراج شریف پر خوب لکھا ہے،معراج بھی میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معجزہ ہے،معجزہ پر ردِ عمل نہیں ہونا چاہئے،اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ ''در تہنیت شادی اسرا'' کے نام سے 67 اشعار کہے ہیں جو خوب ہے تو آپ کے خلیفہ محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی الجیلانی نے ''قصیدۂ معراجیہ'' کے نام سے 527 اشعار کہے ہیں جن میں 6 سلام کے ہیں،چونکہ قصیدہ کا اپنا علمی فن ہے،لہذا محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ نے فن کو نبھاتے ہوئے معراج کے تذکرے خوب کئے ہیں،معراج شریف کی ابتدا سے لے کرانتہا کر حقیقت کی،سچائی کی،عشق کی،محبت کی لہریں موج مارہی ہیں،ایمان کی شعاعوں کو تیز کرنے کے لئے یہ قصیدہ معراجیہ خوب سے خوب تر ہے،بات نکتے کی ہے کہ اگر معراج شریف خواب کا واقعہ ہوتا تو نہ کافر جھٹلاتے اور نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقرار کرتے اور نہ ''صدیق اکبر'' کا خطاب پاتے،اس بات کا تذکرہ محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ یوں کرتے ہیں:

کسی کے خواب کی تصدیق کر کے
کوئی صدیق اکبر ہو سکا ہے

ابوجہل اس لئے پریشان تھا کہ رات کے تھوڑے سے حصے میں تو اقصیٰ بھی نہیں پہنچا جا سکتا،مسجد اقصیٰ تک جانے کے لئے آٹھ سے دس دن کا وقت لگ جاتا ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کہہ رہے ہیں کہ میں مسجد اقصیٰ،ساتوں آسمان،عرش وکرسی اور لامکاں کی سیر کر کے آ گیا ہوں،یہ بات عقل قبول نہیں کر رہی تھی،لیکن اُس دور اور اِس دور میں بہت بڑا فرق ہے،اِس دور میں سائنسی ایجادات کی روشنی میں س معراج شریف کو سمجھنا آسان ہوگیا ہے،آواز کی ایک حد ہے،اس سے آگے وہ نہیں بڑھ سکتی ہے لیکن موبائل اور ٹیلی فون آواز کو اس کی حد سے بہت آگے ہی نہیں بلکہ وہاں تک لے جاتے ہیں جو پچاس سال پہلے تک یہ محال تھا،اب یہ محال ممکن بن کر مروج ہو چکا ہے،اس کی روشنی میں معراج سمجھنا محال نہیں ہے اس بات کو محدث اعظم

ہند سید محمد اشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ نے قصیدۂ معراجیہ میں یوں تحریر کیا ہے:

براق اس شان سے جاتا ہے اُوپر
کہ جیسے لفٹ چھت پر چڑھ رہا ہے
ہے جاتا تار و ٹیلیفون جیسے
رواں جیسے کہ ریڈیو کی صدا ہے

تار، ٹیلیفون، موبائل، نیٹ، فیکس وغیرہ انسانی ایجادات ہیں اور ہمارے سامنے ہیں، اس لئے ہم مان رہے ہیں، تین پشت پہلے کہ لوگوں کو کہا جاتا تو وہ کسی حال میں نہیں مانتے، معراج خدا کی ایجاد ہے، نبیٔ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا دوست نے مان لیا، دشمن نے انکار کر دیا، حالانکہ دشمن کو ثبوت بھی دیا گیا لیکن نہیں مانا، معراج اگر خواب میں ہوتا ابوجہل مان جاتا لیکن بات تھی جسم کی اس لئے وہ نہیں مانا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ معراج کا مقصد کیا تھا؟ معراج کا مقصد یہ تھا حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والتسلیم سے لے کر حضرت عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والتسلیم تک سب نے لاالٰہ الااللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا) کہا اور اپنی امت سے کہلوایا، مگر اس ذات کو کس نے دیکھا؟ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والتسلیم نے تمنا کی تو تاب نہ لا سکے سارا طور جل گیا اور آپ غش کھا کر گر گئے، ربّ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا آپ آجاؤ اور مجھے دیکھ لو تا کہ سب کی گواہی مکمل ہوجائے، آپ نے دیکھا، آپ کا دیکھنا کافی ہے، سب کا دیکھنا ضروری نہیں ہے، چاند کو دیکھنے والے دو ہوتے ہیں، دو کی شہادت پر کروڑوں لوگ نماز عید پڑھتے ہیں اسی طرح سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیکھنے پر ایمان رکھا جائے، اس میں قیل وقال کرنا، اپنے ایمان پر داغ لگانا اور اپنے اندر عیب کو اُتارنا ہے۔

قارئین کرام! سے گزارش ہے کہ وہ صدق دل سے حضرت محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ کے قصیدۂ معراجیہ کا مطالعہ کریں اور فیض اٹھائیں۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی

اگر آپ واقعہ معراج شریف کے تمام وکمال سچّے حالات کو جاننا اور یاد کر لینا چاہتے ہیں اور اس کے متعلق باریک سے باریک فلسفہ کو بھی سمجھ لینا چاہتے ہیں اور نہایت سادہ اور عام فہم زبان میں یہ سب کچھ یہ سب کچھ سیکھنا چاہتے ہیں تو اس رسالہ کو آپ ضرور پڑھیں!

مِعْرَاج نَامَہْ (۱)

از
قلم حقیقت رقم
اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ مولینا العلام مفتی
سیّد شاہ سیّد محمّد صاحب اشرفی جیلانی محدّث کچھوچھوی علیہ الرحمہ

۱۔ پہلی اشاعت کا سرورق

سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ـــــ اِلٰی ـــــ الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی

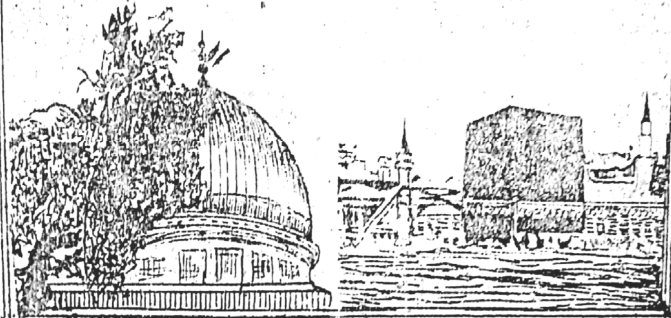

اگر آپ واقعہ معراج شریف کے تمام و کمال سچے حالات کو جاننا اور یاد کر لینا چاہتے ہیں اور
اس کے متعلق باریک سے باریک فلسفہ کو بھی سمجھ لینا چاہتے ہیں اور نہایت سادہ اور عام فہم
زبان میں یہ سب کچھ سیکھنا چاہتے ہیں تو اس رسالہ کو آپ ضرور پڑھیں

معراج نامہ

از قلم حقیقت رقم

اعلیحضرت عظیم البرکۃ مولنٰنا العلام مفتی شاہ سید محمد صاحب قبلہ اشرفی جیلانی محدث کچھوچھوی
دام بالفیض القوی

اسٹائیلش پرنٹنگ ورکس نمبر ۳- اسمٰعیل مدن لین - کلکتہ

پہلے اس کو پڑھ لیجئے (۱)

کچھو چھہ شریف ضلع فیض آباد (اودھ) میں ایک بزم ادب قائم ہے جس کا نام ،،گلزار ادب،، ہے اور جو اردو ادب کی نمایاں خدمات میں تھوڑے عرصہ کے اندر شہرت حاصل کر چکی ہے، اس کے اس ماہ رجب، ۱۹۵۶ء کے بزم مشاعرہ کے لئے مہینہ کی خصوصیت پر نظر کر کے مصرع طرح یہ تھا۔

شب معراج محبوب خدا ہے

اس موقع پر احباب و اعزا کے بیحد اصرار پر اعلی حضرت عظیم البرکۃ مولانا العلام مفتی سیّد شاہ محمد صاحب قبلہ اشرفی جیلانی محدث کچھوچھوی دام بالفیض القوی نے بھی ایک نظم لکھی اور بزم کے شاندار مجمع میں خود بنفس نفیس سنائی جو آپ کے ہاتھ میں بنام ،،معراج نامہ،، موجود ہے۔

یہ نہ نظم نہ تو مثنوی ہے کہ ہر ہر شعر کا قافیہ و ردیف جداگانہ ہو نہ غزل ہی ہے جس میں صرف نزاکت تخیّل کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور نہ قصیدہ ہی ہے جس میں مدحت و اظہار حقیقت ہی کے جذبات و مناظر ہوتے ہے بلکہ ان تمام اصناف شاعری کا مجموعہ سب سے بلند و بالا ہے۔

اسی طرح یہ نظم مثنوی بھی ہے کیونکہ اس کی اصل روح واقعہ نگاری ہے جو مثنوی کا کام ہے اور غزل بھی ہے کیونکہ نزاکت تخیّل کا جادو اس نظم کی جان ہے اور قصیدہ بھی ہے کیونکہ نظم کا ایک ایک حرف اپنے ممدوح کی بلائیں لے رہا ہے۔

ہمارے شعراء نے واقعہ نگاری کے لئے اصناف شاعری میں مثنوی کو وضع کیا ہے اور اس لئے واقعہ نگاری کی دشواریوں پر نظر کر کے مثنوی کے ردیف و قافیہ میں شاعر کے اختیارات کو وسعت دیکر ایک بڑی سہولت مہیا کر دی ہے لیکن آج آپ کے ہاتھ میں ایک ایسی نظم ہے جس نے وسعت اختیارات کی رعایت کو ٹھکرا دیا ہے اور اردو شاعری میں ایک جدید اقدام کر کے ایک اپنا بالکل نیا

۱۔ یہ مضمون پہلی اشاعت میں قصیدۂ معراجیہ کے تعارف کے طور پر شامل تھا۔

اور اچھوتا ریکارڈ قائم کیا ہے۔

اس نظم میں معراج شریف کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور اس واقعہ کی اسلامی دنیا پر ہمہ گیری کو دیکھتے ہوئے مجھ کو یہ کہتے ہوئے خود شرم آتی ہے کہ ہمارے شعرا نے اس میں اس قدر حصہ لیا ہے کہ گویا کچھ حصہ ہی نہ لیا اور مجرمانہ غفلت برتتے رہے۔

اس خصوص میں ہمارے سرمایۂ ادب صرف دو قصیدے ہیں۔ایک حضرت محسن کاکوروی علیہ الرحمہ کا اور ایک اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ان میں سے قصیدہ محسینہت تو استعارات وکنایات کا ایک گلدستہ ہے جس کی خوشبو مطالعہ کرنے والے کو بیخود ومحو حیرت بنادیتی لیکن واقعہ نگاری کا اس میں کوئی حصہ نہتں ہے۔اور قصیدہ رضویہ ایک علمی خزانہ ہے جس پر دنیائے اسلام کو ناز ہے لیکن اس میں واقعہ نگاری...... یا وہ ان حالات وجذبات کی تصویر کشی ہے جو واقعہ کو سامنے رکھ کر مداح کی آنکھوں میں سما گئے ہیں۔اس میں شبہ نہیں کہ ان جذبات کے اظہار میں ......کا بیحد لحاظ کیا گیا ہے جو خود واقعہ میں موجود ہے۔مگر واقعہ کو واقعہ کی صورت میں بیان کرنے کی صورت میں بیان کرنے کا پہلو دب گیا ہے۔گو قصیدہ کی مجموعی حیثیت نے اس......ہی کو دبا دیا ہے۔لیکن آج آپ کے ہاتھ میں جو نظم ہے وہ استعارات وکنایات اور علوم وفنون وجذبات کیساتھ ساتھ خالص واقعہ نگاری کا وہ شاہکار ہے جو کوئی مثال سابق نہیں رکھتا۔

اس میں شبہ نہیں کہ قصیدہ رضویہ کے سامنے اس نظم میں تلمذ کی بو آتی ہے بلکہ ایسے نازک موقعوں پر جہاں قلم کی احتیاط پر قانون شریعت کا دبدبہ بطور سنسر قائم ہے اس نظم نے استاد کے لفظوں کو نقل کر دینے میں اپنی پناہ پائی ہے۔لیکن پھر بھی اپنی چند خصوصیات میں بالکل اچھوتی چیز ہے۔

قصیدہ رضویہ کی تقطیع مُفَاعِلَات مُفَاعِلَات مُفَاعِلَات مُفَاعِلَات ہے جس میں اظہار مدعا کے لئے لفظوں کی خاطر خواہ گنجائش ہے اور اس نظم کی بحر مَفَاعِیْلُنْ مُفَاعِیْلُنْ فَعُوْلُنْ جس میں بقول شخصے پوری طور پر مبتدا کی ضروری خبر کہنے کی بھی جگہ نہیں ہے۔قصیدہ رضویہ

کا قافیہ...... ہے چلے ہے جس اسمائے جمع سے زیادہ افعال کی بہتات ہے جس کو واحد و جمع دونوں میں استعمال کیا جاتا ہے اور اس نظم کا قافیہ صبا، حیا، وفا ہے جس میں افعال کی بیحد کمی ہے........... واقعہ کے بیان کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ قصیدہ رضویہ کے ردیف ،، تھے،، ہے جس سے اجتماعی واقعہ کو جو زمانہ گذشتہ کا ہے۔ بیان کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اس نظم کا ردیف ،، ہے،، ہے، جس سے گزرا ہوا واقعہ کو بیان کرنا اسی نظم کا کام ہے۔ قصیدہ رضویہ کے مضامین باوجود کثرت الفاظ کے عوام تو عوام بیشتر خواص نہیں سمجھتے اس نظم کے وہی مضامین باوجود قلت الفاظ خواص تو خواص عوام پر بھی پوشیدہ نہیں رہتے۔ قصیدہ رضویہ کے مضامین کی مقدمہ ایک متن کی ہی ہے اور یہ نظم اس کی بلکہ خود اپنے اضافات کی مکمل شرح ہے ۔قصیدہ رضویہ نے میدان مناظرہ کی توجہ ہی نہ فرمائی اور اس نظم میں اس میدان کو ہر موقع پر شاندار طریقہ سے سر کے ہے قصیدہ رضویہ صرف عشاق کے جذبات میں ولولہ پیدا کرتا ہے اور یہ نظم اس کے ساتھ ساتھ منہ زور منکروں کے منہ میں خاردار لگام بھی لگا دیتی ہے۔ قصیدہ رضویہ کا پڑھنے والا اول سے آخر تک خوش خوش ہنستا ہے اور یہ نظم محفلوں کو رولا بھی دیتی ہے۔

اوپر کی سطریں المصیل احد علی احد کی بنیاد پر قلمبند نہیں کی گئی ہیں فان الفضل للمتقدم اخری و نور الشمس من نور القمر اجلی والسکر من حکوا جلی بلکہ آپ کو صرف اتنا بتانا ہے کہ آپ کے ہاتھ میں جو نظم ہے وہ کرنی بڑی دولت ہے اور اس کی جتنی قدر کیجائے کم ہے۔

حیرت ہے کہ نظم کی معنویت جس قدر پر مغز ہے اسی قدر اس کی زبان اتنی صاف ستھری سادہ اور سہل ممتنع ہے کہ جو بات جس شعر میں کہدی گئی ہے اس سے بہتر اور آسان نثر میں بھی نہیں کہی جا سکتی بعض مصرع تو اس قدر زبان زد کی اہلیت رکھتے ہیں کہ ضرب المثل بن جائیں تو تعجب نہیں۔

عجب بات تو یہ ہے کہ کوئی شعر محض شعر کے لئے نہیں کہا گیا ہے اور نہ کسی قافیہ کے لئے کوئی مضمون پیدا کیا گیا ہے بلکہ آمد کا دریا ہے، جو امنڈا جاتا ہے مگر پھر بھی قافیہکی ندرت

مضامین کی پرواز عبارت کی بلندی الفاظ کی بندش بیان کی سادگی نے اس نظم کو اس قدر بلند کر دیا ہے جس کا داد نہیں دی جاسکتی ہے۔

شب معراج کی سیاہی۔ مسجد اقصیٰ سے جانب فلک براق کا رخ۔ شب اسرا کے دولھا اور براقی کی سج دھج۔ حضرت موسیٰ کی تقریر بنی اسرائیل کی عدم پابندی نماز پر۔ مقام دنیٰ کی تصویر کشی اس قسم کے بیشمار عنوانات ہیں جس میں اس نظم کی تمثیلیں اور تعبیریں آرٹ اور انشاء کا ایک نادر شاہکار ہیں اور معراج کو بیان کرتے کرتے بے تکلف ذکر میلاد پر آجانا تو اس نظم کا حصّہ ہے۔

چونکہ میری طبیعت خلقۃً نہایت بے ساختہ ہے۔ لہٰذا مصنف صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان مجھ کو معاف فرمائیں اگر میں یہ کہدوں کہ یہ نظم نہیں ہے بلکہ کم از کم میرے لئے تو کھلا ہوا ایک جادو ہے اور اسلامی دنیا میں حضرت مصنف علیہ الرحمۃ والرضوان کا جو پایہ ہے اس کو سامنے رکھ کر یہ نظم سراپا کرامت ہی کرامت ہے۔

میں انجمن گلزار ادب کچھوچھہ شریف کو اس کے اعلیٰ کارنامہ پر مبارک باد دیتا ہوں اور حضرت مصنف علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں ہدیہ خلوص پیش کرنے کی جراءت کہاں سے لاؤں؟

فقط۔

ایوب
اسمٰعیل مدن لین/ ۳ کلکتہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مُبَسۡمِلًا وَّ حَامِدًا وَ مُحَمِّدًا　　وَ مُصَلِّیًا وَ مُسَلِّمًا مُحَمَّدًا ﷺ

(جل و علا)

مصرع طرح: شب معراج محبوبِ خدا ہے

تشبیب اوّل

نیچرل سینری

یہ کیسی موج میں بادِ صبا ہے ۱ خمار آلود جھونکوں میں ہوا ہے
یہ کیوں ابر بہاری چھا گیا ہے ۲ کہ جو ہے مست ہے آخر یہ کیا ہے
عجب مستی میں گُل، ارض و سَما ہے ۳ یہ بزمِ ہَست ہے یا میکدہ ہے
یہ رنگیں گل ہیں کیوں شبنم بداماں ۴ نگاریں جام، صَہبا سے بھرا ہے
سجا گُلہائے رنگیں سے ہے کُہسار ۵ سمندر کیف میں ڈوبا ہوا ہے
پہاڑی سبز جوڑے میں ہے مخمور ۶ بڑی مستی میں دریا بہہ رہا ہے
کچھ ایسا مست ہے جوئے خَراماں ۷ کہ ہر ہر موج میں نغمہ رچا ہے
کسی کی میکدہ بر دوش نظریں ۸ کوئی بھر بھر کے ساغر پی رہا ہے
سروں پر شامیانہ بادلوں کا ۹ تو مے، فرش زمیں پر زیر پا ہے
اگر وہ مے نہیں مے نوش ہوگا ۱۰ فرازِ کوہ سے جو گر رہا ہے
بہر سو، بہکی بہکی مستیاں ہیں ۱۱ کہ ہر پودے کا کیوں لغزش میں پا ہے
یہ وہ مے ہے جسے دن رات پینا ۱۲ روا ہے، ہاں روا ہے، ہاں روا ہے
یہی وہ کیف ہے جس کا ازل سے ۱۳ تمنائی ہمارا اِتّقا ہے !!

فرشتے جھومتے ہیں نام سن کر ۱۴ خریدار اس کا زُہدِ بے ریا ہے
جنیدؔ و شبلیؔ و عطارؔ ہیں مست ۱۵ یہ مے ہے، جو حیاتِ اولیا ہے
اِدھر دیکھو تو جلوہ ریز ہے حُسن ۱۶ اُدھر دیکھو تو نغمہ عشق کا ہے
سراپا عشق ہے ہر جلوۂ حُسن ۱۷ وفورِ عشق میں حُسن آگیا ہے
درخشاں ہر طرف معصوم جلوے ۱۸ رواں ہرسمت کیف بے حِصا ہے
تجلی کیسی بکھری ہے زمیں پر ۱۹ یہ جوبن کس کا یوں نکھرا ہوا ہے
یہ کس نے لہلہایا سبزۂ زاراں ۲۰ دوپٹہ دھانی دھانی چی رہا ہے
ستارے کُھلتے چھپتے ابر میں ہیں ۲۱ کہ ساغر میکدہ کا ڈُھل رہا ہے
اُچھلتی ڈوبتی ہے کشتیِ ماہ ۲۲ کہ بجرا موج کرتا کھیلتا ہے
عجب شب ہے کہ جس شب کی سیاہی ۲۳ سویدا دل کا یا تِل آنکھ کا ہے
کوئی کہتا ہے اس کو خالِ مشکیں ۲۴ کسی کی آنکھ کا سرمہ بنا ہے
کوئی مجنوں صفت کہتا ہے لیلیٰ ۲۵ کسی کی رائے میں سرِّ خدا ہے
خطا کار اس کو کہتے ہیں خطا پوش ۲۶ کہ ستّارِی کی پہلی اک ردا ہے
حرم میں چرتے آہوئے سیہ ہیں ۲۷ کہ لیلیٰ بال کھولے جابجا ہے
حَجر کے تل کا سایہ ہے جہاں پر ۲۸ غلافِ کعبہ یا پھر اُڑ رہا ہے
بڑی مستی میں ہے لیلائے شب کیوں ۲۹ یہ آنچل کس دوپٹّہ کا گرا ہے
خزاں پھولوں کی چادر میں ہے سوئی ۳۰ ابد تک اب بہارِ جاں فزا ہے
نہ سورج ہے نہ ہے سورج کی گرمی ۳۱ جہاں سے بادِ صَر صَر تک ہَوا ہے
پرانی چاندنی اب اٹھ گئی آج ۳۲ بچھاتا رنگ و بو کا بادلا ہے

نہ ڈھونڈے سے شب فرقت ہے ملتی ۳۳ نہ اب شامِ غریباں کا(پتا ہے)
نہیں اب چشم نرگس تک بھی بیمار ۳۴ نہ کوئی دَاغ ' لالہ میں(چھپا ہے)
نہ مِژگاں خار ہیں، ابرو نہ ہیں تیغ ۳۵ نہ ناگن کی طرح زلفِ(دوتا ہے)
نہیں ہے عشق میں اب کوئی آزار ۳۶ نہ اب کوئی بھی دل آنسو بھرا ہے
قبول و عرض کا کیا حال کہئے ۳۷ اجابت اب تو جویانِ دعا ہے
نہاں ہیں طالب و مطلوب دونوں ۳۸ نہیں باقی کسی کا مدّعا ہے
طلب سے پیشتر اور پیشتر آج ۳۹ کرم ہے فضل ہے جود وعطا ہے
جسے مانگو وہی تحصیلِ حاصل ۴۰ جسے چاہو وہ پہلے مل چکا ہے
نہیں اب حاجت خواہش ہے دل میں ۴۱ زباں ناآشنائے التجا ہے
حروفِ نفی و شرط اب سب ہیں منفی ۴۲ نہ اِنْ لَمْ ہے نہ لَمَّا، مَا وَلَا ہے
عدم کا اب تصوّر بھی ہے معدوم ۴۳ زمانہ بھر میں دور ہَلْ اَتٰی ہے
بقائے دَھْرْ ہے محصورِ رحمت ۴۴ کرم سب پر بہ شانِ اِنَّمَا ہے
جہاں میں کوئی نالہ ہے نہ شیون ۴۵ فغانِ دل نہ آہِ نارسا ہے
علاج اب کچھ نہیں رکھتا ہے مفہوم ۴۶ نہ اب شرمندۂ معنیٰ دوا ہے
صَلائے عام ہے سارے جہاں میں ۴۷ شفا ہے اب شفا ہے اب شفا ہے
حرم کے گوشہ گوشہ میں چراغاں ۴۸ تو اقصیٰ، انتہا کو سج گیا ہے
یہاں آئینہ بندی ہو رہی ہے ۴۹ وہاں پر تختِ ربّانی بچھا ہے
مقام، اللہ رے شانِ خلیلی ۵۰ عبادت کا مصلّٰی بن گیا ہے
کس آب و تاب سے زمزم کا پانی ۵۱ کسی کی چاہ میں ڈوبا ہوا ہے

نہا دھوکر حرم میں کوئی چھینٹا ۵۲ اگر ابر کرم کا آگیا ہے
تو آغوشِ حطیمِ پاک میں وہ ۵۳ گہُر کی شکل میں بکھرا ہوا ہے
وہ با رونق ہے بابِ امّ ہانی ۵۴ کہ جو ہے وہ اسی کو تک رہا ہے
زمیں سے آسماں تک قدسیوں کا ۵۵ عجب سج دھج سے نورانی پَرا ہے
بُراقِ بَرقِ دم ہر ہر قدم پر ۵۶ اُچھلتا کودتا اِترا رہا ہے
وہ میکائیل ہیں اور ایک جھرمٹ ۵۷ یہ اسرافیل ہیں اور جمگھٹا ہے
وہ عزرائیل بھی ہیں لے کے مجمع ۵۸ حرم کو قدسیوں نے بھر دیا ہے
یہ کس دولھا کی ہے بارات(آئی) ۵۹ نہ چلنے کی نہ تل رکھنے کی جا ہے
یہاں سے لا مکاں تک نور ہی نور ۶۰ یہ کس کی جوت سے سب پر ضیا ہے
نہیں آتا سمجھ کے بھی سمجھ میں ۶۱ خداوندا یہ کیسا ماجرا ہے
جسے دیکھا نہ تھا چشمِ فلک نے ۶۲ نظارہ آج اس کا برملا ہے
کُھلا لو! اب تو بابِ امِّ ہانی ۶۳ کوئی نور مجسم آرہا ہے
چلے آتے ہیں پیچھے پیچھے جبریل ۶۴ چُھتر اک ہاتھ میں اک میں عصا ہے
ادب سے جس نے پوچھا ان سے جا کر ۶۵ بتا دیجے کہ آخر آج کیا ہے
بتایا اس کو یہ روحُ الامیں نے ۶۶ شبِ معراجِ محبوبِ خدا ہے!

تشبیب دوم
تاریخی و علمی

یہ تیرہ[۱۳] سو برس کا واقعہ ہے ۶۷ زبانِ وحی، سے جس کو سنا ہے

ابھی اسلام کی بس ابتدا ہے ۶۸ خدا کا گھر ابھی تک بت کدہ ہے

بہت کم ہیں سعادت مند روحیں ۶۹ جہاں پر کفر کی کالی گھٹا ہے

پیامِ امن پر سارے عرب میں ۷۰ لگی ہے آگ، اک فتنہ بپا ہے

جو اُن میں نوجواں ہے وہ ہے شیطاں ۷۱ جواں جو ہے درندہ ہے بلا ہے

ضعیف العمر گُرگ بارانِ دیدہ ۷۲ ہر اک بچہ جہالت کا جنا ہے

کوئی ڈاکو ہے کوئی ٹھگ کوئی چور ۷۳ شرابی کوئی ، کوئی بے حیا ہے

تمدن ہے نہ ہے تدبیر و تہذیب ۷۴ عرب کا چہرہ کیسا بدنما ہے

کہ جیتا ہے تو بس نیکی کی ضد میں ۷۵ جسے دیکھو بدی پر مر رہا ہے

نہ خوٗ بوٗ ان میں کچھ انسانیت کی ۷۶ نہ آدم زادگی کا کچھ پتا ہے

ادب ان میں نہ ان میں رحم و شفقت ۷۷ لحاظِ حق نہ کچھ پاسِ حیا ہے

کوئی ہے بولہب کوئی ابوجہل ۷۸ جو کام اور نام ہے سب بے تکا ہے

بنے ہیں دیو کے بندے، وہ سرکش ۷۹ غرض ابلیس، ہر چھوٹا بڑا ہے

قیامت ہے، ستم ہے قہر ہے یہ ۸۰ خدا کے گھر ہیں اور بت رکھ دیا ہے

اگر ان پر خدا کا قہر آئے ۸۱ سراپا عدل ہے، حق ہے، روا ہے
مگر اس کی کریمی پر تصدُّق ۸۲ بجائے قہر رحمت کر رہا ہے
رسول ہاشمی محبوبِ داور ۸۳ قدم ان کا عرب میں آگیا ہے
جو اُن میں عقل ہوتی، دیکھتے ہم ۸۴ کہ ہر ہر فرد، آقا پر فدا ہے
مگر الٹی سمجھ پر لاکھ لعنت ۸۵ عنادِ حق ہر اک کا مشغلہ ہے
وہ اپنی آنکھ سے یہ دیکھتے تھے ۸۶ مدد پر حق کے خود دستِ خدا ہے
کہیں ڈوبا ہوا سورج پلٹ آئے ۸۷ کہیں شق القمر کا معجزہ ہے
زباں پر کنکری کے کلمۂ پاک ۸۸ کبھی انگلی سے دریا بہہ رہا ہے
چلے آتے شجر ہیں سر بسجدہ ۸۹ جگر پتھر، کا موم ہو گیا ہے
قدم کو چومتے ہیں سارے حیواں ۹۰ غرض مٹھّی میں کل ارض وسما ہے
اگر گرمی پہ تیور آگئے ہے ۹۱ مَلک تک کا کھڑا ہر رونگٹا ہے
انھیں کا قہر ہے قہر الٰہی! ۹۲ رضا ان کی خداوندی رضا ہے
مگر اللہ رے ضِدّ و شرارت ۹۳ عرب سب دیکھ کر اندھا بنا ہے
عروجِ دینِ برحق جتنا ہوتا ۹۴ عِنَادان کا اسی حد تک بڑھا ہے
پروپیگنڈا میں کوئی ہے مشغول ۹۵ کوئی اسکیم سازی میں لگا ہے
تشدد پر اُتر آیا ہے کوئی! ۹۶ کوئی کیّادیوں میں مبتلا ہے
مگر اسلام کا ہے بول بالا ۹۷ اُسے معراج ہی صبح و مسا ہے
جماعت پر جماعت لائی اسلام ۹۸ زمانہ کلمہ پڑھتا جا رہا ہے
منات و لات پر اب مار کر لات ۹۹ خدا کا سَربَسر کوئی بنا ہے

نہ روکے سے رکا ہے سَیلِ اسلام ۱۰۰ تو فتنہ گر ہر اک گھبرا رہا ہے
رجب کی آگئی چھبیسویں ۲۶ آج ۱۰۱ گلی میں مکّہ کے اک جمگھٹا ہے

خدا کا نام مٹ جائے جہاں سے ۱۰۲ یہی ہر ایک کا اک مُدَّعا ہے
کسی نے رائے بائیکاٹ کی دی ۱۰۳ تو کوئی اس سے بڑھ کر کہہ رہا ہے
اسی حالت میں آیا شیخ نجدی ۱۰۴ لقب ابلیس کا یہ دوسرا ہے
لگا کہنے کہ اے بندو ہمارے ۱۰۵ یہ تم میں آج کیا طے ہو رہا ہے
تو سب بولے کہ اے حضرت سلامت ۱۰۶ بڑے موقع پہ آنا آپ کا ہے
از آدم تا ہے ایں دم جوفروشی ۱۰۷ مُسلَّم آپ کی گندم نما ہے
دکھا دو اب کوئی تزویز و تلبیس! ۱۰۸ ہر اک مشتاقِ دیدِ شعبدہ ہے
بہت سر چڑھ گیا ہے اب تو اسلام ۱۰۹ یہ کیسے تم سے دیکھا جا رہا ہے
نہ جب لَات و ھُبُلْ، عُزّیٰ رہیں گے ۱۱۰ تو جینے میں تمھارے کیا مزا ہے
غضب یہ ہے زمین و آسماں سب ۱۱۱ نبی کی انگلیوں پر چل رہا ہے
کسی تدبیر سے اسلام مٹ جائے ۱۱۲ یہی ندوہ میں ہر اک سوچتا ہے
کہا یہ شیخ نجدی نے کہ بس ایک ۱۱۳ ہمارا اور تمھارا مدّعا ہے
ابھی تک تم نے جو چاہا کیا وہ ۱۱۴ مری مانو تو میرا مشورہ ہے
کہ کر دو ختم تم ختم الرسل کو ۱۱۵ تو بس اسلام کا بھی خاتمہ ہے
یہاں کفّار میں ہوتا ہے یہ طے ۱۱۶ وہاں عرشِ معلّیٰ ہِل رہا ہے
زمیں پہ آگئی ہے کپکپی سی ۱۱۷ فلک میں پڑ گیا اک زلزلہ ہے

خبر ، سمعِ مبارک تک جو پہونچی [۱۱۸] قیامِ شب ، پھوپھی[۵] کے گھر کیا ہے

پھوپھی[اـ] وہ امِّ ہانی ہاشمیّہ [۱۱۹] قریشی خون جن کا کھولتا ہے

حبیبِ حق ہیں خوابِ ناز میں اور [۱۲۰] پھوپھی[اـ] کا جو پہرا دے رہا ہے

زباں پہ رجز کے کلمات جاری [۱۲۱] کہ آجائے ، وہ جس جس کی قضا ہے
زمیں پر حال یہ ہے اور فلک پر [۱۲۲] فرشتوں سے خدا فرما رہا ہے
ذرا ان خاک کے ذرّوں کو دیکھو [۱۲۳] ہر اک قہرِ خدا سے کھیلتا ہے
ڈوبو دوں ، پھونکدوں ان کو تو دیکھو [۱۲۴] نہ شعلہ ہے ، نہ کوئی بُلبُلا ہے
حقیقت کچھ نہیں اور اس پہ یہ حال [۱۲۵] کہ لڑتے لڑتے ہم سے لڑ رہا ہے
طفیل رحمۃ للعالمیں آج [۱۲۶] ہر اک کھاتا ہے پھر غُرّا رہا ہے
انھیں کچھ دن کی مہلت اور دے دو [۱۲۷] نہ مانیں گے تو پھر محشر بپا ہے
مگر دیکھو ، مرے پیارے کا وہ دل [۱۲۸] صفا میں جو کہ رشکِ آئینہ ہے
نہ رکھّوں گا زمین و آسماں کو ! [۱۲۹] اگر کہنے کو بھی ، وہ کچھ دکھا ہے
یہ ہے موسیٰ ، یہ عیسیٰ نہ داؤد [۱۳۰] مرا پیارا محمد مصطفیٰ ہے
سنو جبریل ! سِدرہ چھوڑ دو تم [۱۳۱] کہ وقتِ کارِ سرکار آگیا ہے
مرے محبوب سے جا کر یہ کہہ دو [۱۳۲] بُلاتا عرش پر تم کو خدا ہے
سواری کو بُراقِ برق رفتار ! [۱۳۳] وہ لینا جس کو میں نے چن رکھا ہے

۱۱۱ـ توخطرہ ان کے پر کا بال کا ہے

لباسِ نور لے کر ساتھ جانا [۱۳۴] ازل میں منتخب جو ہو چکا ہے
سجانا خوب جو دیکھے وہ کہہ دے [۱۳۵] خدا کا نور کیا آراستہ ہے
بچھا دو مشعلِ خورشید فوراً ! [۱۳۶] کہ اس دم اوج پر شمس الضحیٰ ہے
گھٹا کر چاند بادل میں چھپا دو [۱۳۷] (کہو) بدرالدجیٰ صلِ علیٰ ہے
زمیں سے آسماں تک دھوم سی ہے [۱۳۸] ہمیں منظور ان کا غلغلہ ہے
چلے روح الامیں، دیکھا حرم میں [۱۳۹] درِ محبوب پر پہرا لگا ہے
اگر کھولیں گے باب اُمِّ ہانی ! [۱۴۰] تو خطرہ ان کے بالوں پر کھڑا ہے

لہٰذا توڑ کر چھت گھر میں آئے [۱۴۱] بُلاوا یہ عجب انداز کا ہے[۵]

یہ حکمت ہے کہ جب محبوب دیکھیں [۱۴۲] سمجھ لیں آج ہر پردہ ہٹا ہے
یہاں دیکھا، ہے خواب ناز میں وہ [۱۴۳] کہ جس کا دل ہمیشہ جاگتا ہے
کریں کچھ عرض تو تعظیم، مانع ! [۱۴۴] رہیں چپ کیسے؟ موقعہ بات کا ہے
ادب اور امر کی ہے کشمکش کیا ؟ [۱۴۵] عجب روح الامیں کا ابتلا ہے
کفِ پا سے لگے مَلنے جبیں کو [۱۴۶] اثر کافور کا جس میں بھرا ہے
کیا کرتے تھے اس کے بعد جبریل [۱۴۷] مجھے اس کا خیال اکثر رہا ہے
مری پیشانی میں ٹھنڈک ہے یہ کیوں [۱۴۸] مجھے کافور سے کیا واسطہ ہے
حبیبِ حق کے تلووں سے تھا مَلنا [۱۴۹] شبِ معراج یہ عُقدہ کُھلا ہے
کھلیں ٹھنڈک سے آنکھیں نورِ حق کی [۱۵۰] تو فرمایا کہ اے جبریل کیا ہے

---

[۵] عجب انداز کا یہ داخلہ ہے

ادب سے بولے اے آقا ہمارے ۱۵۱ خدا نے آپ کو مدعو کیا ہے
کیا پھر سینۂ پُرنور کو چاک ! ۱۵۲ یہ شقِ الصدر مروی تیسرا ہے
الم نشرح لک صدرک کے انوار ۱۵۳ درونِ سینہ سارا بھر دیا ہے
نہانے میں گرا ہے جتنا پانی ! ۱۵۴ ستاروں نے کٹورا بھرلیا ہے
ہے جوبن ان کے دھوون کا ٹپکنا ۱۵۵ یہ تاروں کی چمک، بس اور کیا ہے
پہن کر جُوڑا دولہا کیسا نِکھرا ۱۵۶ جمالِ یار بے پردہ ہوا ہے
تجلّی حق کی ہے یا سر پہ سہرا ۱۵۷ عمامہ نور ، طُرّہ نور کا ہے
بدن پر خُلد کا نورانی حُلّہ ۱۵۸ کمر کا پٹکا اک نوری ردا ہے
ہیں زلفیں لَیۡلَۃُ الۡقَدۡر اور وَالَّیۡل ۱۵۹ تورخ[1] ولشّمس وَالۡفَجۡرُ وَالضُّحیٰ ہے
خدا کا نور ہے نُوۡرٌ عَلیٰ نُوۡر ۱۶۰ تجلّی ہے، ظہورِ پُر ضیا ہے
اسی حالت میں آئے آپ کعبہ ۱۶۱ ہے سر سجدہ میں اور لب پر دعا ہے
الٰہی ! میری اُمّت ہے گنہگار ۱۶۲ تری بخشش پہ سب کا آسرا ہے
تُو یا رب بخش دے امّت کو میری ۱۶۳ یہی ہر وقت اب تجھ سے دعا ہے
یہاں سے ہو کے پہنچے اُس جگہ آپ ۱۶۴ بُراقِ برقِ دم جس جا کھڑا ہے
اِدھر دیکھو تو جھرمٹ قُدسیوں کا ۱۶۵ فرشتوں کا اُدھر میلا لگا ہے
یہ سارا جشن جب آقا نے دیکھا ۱۶۶ تو قلبِ پاک مُضطر ہوگیا ہے
کہا جبریل نے اے حق کے پیارے ۱۶۷ یہ کیوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہا ہے
محب محبوب کے ملنے کی ساعت ۱۶۸ یہ کیسی آہ ہے کیسی بُکا ہے

[1] کسی نسخے میں یوں بھی درج ہے۔

کہا کیا جانو تم جبریل اس کو ۱۶۹ مجھے اس وقت کیا یاد آگیا ہے
اٹھے گی حشر میں امّت برہنہ ۱۷۰ نہ چادر ہے نہ تن پر اِک ردا ہے
سواری ہے نہ ہے چلنے کی طاقت ۱۷۱ گُنہ کا بوجھ اوپر سے لدا ہے
وہ کیسے جائے گی اللہ کے پاس ۱۷۲ جہاں میرا سفر یوں ہو رہا ہے
ندا آئی کہ اے میرے پیارے ۱۷۳ تری امّت کا حامی خود خدا ہے
ترے عاشق کی اک اک قبر پر میں ۱۷۴ وہ بھیجوں گا جسے تو چاہتا ہے
ترے صدقہ میں ان کو دیکھ کر سب ۱۷۵ کہیں گے یہ غلامِ مصطفٰی ہے!
گنہگارو ! کہو اَلْحَمْدُلِلّٰہ ۱۷۶ شفاعت میرا آقا کر چکا ہے!
یہ سن کر توَسنِ اقدس پہ آئے ۱۷۷ جلو میں قُدسیوں کا جمگھٹا ہے
یہ سمجھو جیسے بجلی کوندتی ہو ۱۷۸ بُراق اڑتا ہوا یوں جارہا ہے!
بُراق ایسا کہ برقِ الرُعد سے جو ۱۷۹ کہیں بالفظ[۱] والمعنیٰ بڑھ رہا ہے
اُٹھی گردِ دارُ الاقصیٰ کہ گویا ۱۸۰ سَحابِ نور بارش کر رہا ہے
قدم نے ایسے گل بوٹے کھلائے ۱۸۱ بہار آئی ہے گلشن پُر فضا ہے
اسے ملتا قمر تو دیکھ لیتا ۱۸۲ نہیں یہ داغ دھبّہ رہ گیا ہے
غبارِ رہ جو ہوتے ہم دکھاتے ۱۸۳ ہمارے سر پہ ان کا نقشِ پا ہے
مگر نعمت میں تھی یہ نامُرادی ۱۸۴ وہی ہوتا ہے جو کچھ لکھ گیا ہے
ضَعیفہ بن کے دنیا ہے سرِ راہ ۱۸۵ خَبیث اِبلیس بھی آکر کھڑا ہے
مگر دونوں نے کھائی منہ کی ٹھوکر ۱۸۶ کہا اُن واسطے فرماں ہوا ہے

[۱] اے قرأت یوں کی جائے بالفظ ومعنی

ہٹا دو راستہ سے میرے ان کو ۱۸۷ جدا جو حق سے ہے مجھ سے جدا ہے
لیے موسیٰ بھی اپنی قبر میں یوں ۱۸۸ نمازیں پڑھ رہے ہیں سر جھکا ہے
دکھاتے دیکھتے سنتے سناتے ۱۸۹ بُرَاق اک سمت ہو کر جا رہا ہے
یہ تیزی ہے کہ بس اس کا ہے دو گام ۱۹۰ حرم ، اقصیٰ ، میں جتنا فاصلہ ہے
حرم سے اک قدم اٹھّا کہ فوراً ۱۹۱ قدم اقصیٰ میں اس کا دوسرا ہے
یہاں پر اوّلیں و آخریں ہیں ۱۹۲ گروہِ مرسلین و انبیا ہے
زباں پر سب کے ہے اَھْلاً وَ سَھْلاً ۱۹۳ جسے دیکھو وہ قدموں پر فدا ہے
پڑھا ہر اک نے خطبہ اور بتایا ۱۹۴ خدا کا اُن پہ جو فضل و عطا ہے
سرِ منبر بالآخر آئے آقا ! ۱۹۵ کہا نامِ خدا سے ابتدا ہے
کَلیم اللہ کی ہر بات سچّی ۱۹۶ خلیل اللہ کی خِلقت بجا ہے
ہے روح اللہ کا کلمہ بھی اونچا ۱۹۷ جہاں میں لحنِ داوٗدی رچا ہے
گروہِ انبیا میں جس نے جو کچھ ۱۹۸ کہا ہے نقطہ نقطہ حق کہا ہے
مگر اے معشر حکم و نبوت ۱۹۹ جدا تم سب سے میری یہ ادا ہے
رضائے رب کو تم دن رات چاہو ۲۰۰ مری مرضی خود اللہ چاہتا ہے
مُحِبُّ اللہ ہے تم سب کا رتبہ ۲۰۱ حبیب اللہ میرا مرتبہ ہے
کہا تھا تم سے جس نے لَنۡ تَرَانِیۡ ۲۰۲ وہ اپنے پاس مجھ کو لے چلا ہے
تمہیں سے تو ہیں موسیٰ منفی دیدار ۲۰۳ میں مثبت ہوں مرا مثبت خدا ہے
خلیل اللہ بولے بس اسی سے ۲۰۴ تمھارا درجہ ہم سب سے سوا ہے
پڑھائی آپ نے سب کو نماز اور ۲۰۵ از آدم تا بہ عیسیٰ سب کھڑا ہے

رُسُل اور انبیاء سب مقتدی ہیں [۲۰۶] امام اُ ن کا امام الانبیا ہے
کھڑا پیچھے ہے ہر اک دست بستہ [۲۰۷] جو پہلے سلطنت گو کر چکا ہے
وفا داری کا لیتا ہے حلف جو [۲۰۸] گزشتہ عہد کا فرماں روا ہے
لَتُؤمِنُنَّ بِہٖ وَ لَتَنصُرُنَّہٗ [۲۰۹] یہ میثاقِ ازل پورا ہوا ہے
مرے آقا کو شاہنشاہ کہنا [۲۱۰] اسی باعث سے جائز ہے،روا ہے
ہوا ثابت، نبی سارے نبی ہیں [۲۱۱] مرا آقا نبی الانبیا ہے
فَسُبحَانَ الَّذِیٓ اَسریٰ بِعَبدِہٖ [۲۱۲] عَلٰی مِعرَاجِہِ المَولیٰ یُبا ہے
سفر کا اتنا حصّہ ہے یقینی [۲۱۳] کہ قرآں اس کو خود فرما رہا ہے
روایت اور دلالت دونوں قطعی [۲۱۴] جو منکر ہے وہ کافر، بے حیا ہے
ہے جو مشہور سیرِ آسمانی [۲۱۵] بہت سچ ہے حدیثوں میں لکھا ہے
روایت جس کی ہے مشہور و حجّت [۲۱۶] عقائد تک میں اس کو لے لیا ہے
بہت اسلام میں فرقے بنے ہیں [۲۱۷] کوئی تو دین سے بالکل جدا ہے
خلیجیں اختلافوں کی بہت ہیں [۲۱۸] بہت کم مسئلہ اس سے بچا ہے
مگر معراجِ جسمانی پہ ایماں [۲۱۹] ہر اک فرقہ کا مانا مسئلہ ہے
جسے انکار اس معراج سے ہو [۲۲۰] یہ سمجھو جیسے پاگل بک رہا ہے
ہر اک فرقہ سے ہے وہ بے تعلق [۲۲۱] نہیں اس سے کسی کو واسطہ ہے
نہ سنی ہے نہ شیعی ، دیوبندی [۲۲۲] نہ نجدی ہے نہ کوئی دوسرا ہے
نہ اس کے پاس ہے کچھ عقل یا نقل [۲۲۳] فقط جھگڑے کا رگڑا کر رہا ہے
تعجب ہے نصاریٰ مانتے ہیں [۲۲۴] مسیحا مع جسد فوق السما ہے

ہوئی جسمانی ، معراجِ عُزیری [۲۲۵] یہودیوں کا دعویٰ برملا ہے
سناتن دھرمیوں کا بھی عقیدہ [۲۲۶] کنہیّاکے لئے یہ مِل رہا ہے
یہ سب قومیں برابر منتظر ہیں [۲۲۷] فلک سے ان کا بانی آرہا ہے
کوئی سائنس کا موجد ہے ان میں [۲۲۸] کوئی تعلیم کا دیواں بنا ہے
مہاجن کوئی ، کوئی منتظم ہے [۲۲۹] مسلمانوں سے بڑھنا چاہتا ہے
نہ ان کی عقل و دولت نے تصادم [۲۳۰] عقیدت سے کبھی ان کی کِیا ہے
نہ اپنے پیشوا کے اس سفر سے [۲۳۱] کریں انکار یہ دل چاہتا ہے
غرض معراجِ جسمانی کی ہر قوم [۲۳۲] مُقِر ہے جس کو دیکھو مانتا ہے
اگرکچھ فرق ہے تو اس قدَر ہے [۲۳۳] کہ ہر اک قوم کا جو رہنما ہے
کسی کا ہے سفر ہم کو بھی تسلیم [۲۳۴] کسی کا دعویٰ بالکل اِدّعا ہے
گیا جوکب گیا ؟صدیوں کی ہے بات [۲۳۵] کب آئیگا ؟ خدا ہی جانتا ہے
مگر آقا مرا اللہ اَکبرُ [۲۳۶] گیا بھی آیا ، اور وقفہ کیا ہے؟
ابھی تک ہل رہی ہے در کی زنجیر [۲۳۷] ابھی بستر نہیں ٹھنڈا ہوا ہے
مگر یہ فرق اپنی چال کی تھی [۲۳۸] ٹہلتا کوئی ، کوئی دوڑتا ہے
ہمیں تو دیکھنی ہے بات اتنی [۲۳۹] کہ جسمانی سفر سب کہہ رہا ہے
ہوا ثابت کہ معراجِ جَسد کو [۲۴۰] ہر اک ذی عقل کہتا مانتا ہے
مگر تُف اُس پہ جو بن کر مسلماں [۲۴۱] خلافِ عقل اس کو کہہ رہا ہے
بنے اُمت میں جس کی وائے بر حال [۲۴۲] اسی کے معجزے سے خود چِڑھا ہے
اسے کہتا ہے معراج منامی [۲۴۳] خیال و خواب کا بندہ بنا ہے

کوئی بے عقل سے اتنا تو کہدے [۲۴۴] خیال و خواب میں رکھا ہی کیا ہے

ہزاروں خواب میں باغوں کو دیکھیں [۲۴۵] کوئی دیکھو کہ گو وہ اُڑ رہا ہے

کوئی پیدل ، سواری پر ہے کوئی [۲۴۶] کوئی چُپ اور کوئی رو رہا ہے

کسی نے قید تنہائی کو دیکھا [۲۴۷] کسی کے سامنے اک جمگھٹا ہے

کوئی نیچے سے اوپر خواب میں ہے [۲۴۸] کوئی اوپر سے نیچے آرہا ہے

انہیں آنکھوں سے جس کو دیکھا وہ بھی [۲۴۹] بوقتِ خواب کوئی دیکھتا ہے

مگر اس پر نہ نازش ہو کسی کو [۲۵۰] نہ کوئی فخر کرتا برملا ہے

فقط یہ ہے اگر ہو خواب اچھا [۲۵۱] تو اس کو دیکھ کر خوش ہو گیا ہے

اگر دیکھی کسی نے خوف کی بات [۲۵۲] تو اس کو کہہ رہا ہے اُڑ رہا ہے

خیال و خواب میں کوئی تقدس [۲۵۳] نہیں کوئی جہاں میں مانتا ہے

نہ اس میں شرط ہے اسلام ہی کی [۲۵۴] کہ کافر تک بھی اس کو دیکھتا ہے

ہوا ثابت خیال و خواب کچھ ہو [۲۵۵] کرامت ہے نہ کوئی معجزہ ہے

نہ اس پر ناز کرنے کا ہے موقع [۲۵۶] نہ اس پر فخر کرنا ہی روا ہے

مگر ''قرآن'' تو اس واقعہ کو [۲۵۷] نہایت دھوم سے فرمارہا ہے

پڑھے لکھوں سے جاکر پوچھ لو تم [۲۵۸] کہ اک اک لفظ میں کیا کیا بھرا ہے

شرح اس کی ہے سُبْحَانَ الَّذِیْ کہ [۲۵۹] جو اظہارِ تعجب کی بِنَا ہے

خدا خود دے رہا ہے داد جیسے [۲۶۰] ہر اک اردو میں کہتا داد وا ہے

پھر اس کے بعد فرمایا کہ اَسْرٰی [۲۶۱] عرب اس کو وہاں پر بولتا ہے!

جہاں ہو سیر ، شب کو بالارادہ [۲۶۲] کہ جب سیّاح جیتا جاگتا ہے

ہوا ارشاد پھر لفظِ بِعبْدِہٖ [۲۶۳] گیا جو ہے وہ اک بندہ گیا ہے
اگر یہ سیر روحانی ہوئی تھی [۲۶۴] بِرُوحِ عَبْدِہٖ کہنے کی جا ہے
بِجِسْمِ عَبْدِہٖ ہونا سمجھتے [۲۶۵] کہ ان کا جسم سونے میں گیا ہے
مگر فرمایا ، تو لفظ بِعَبْدِہٖ [۲۶۶] جو مجموعہ جسد کا روح کا ہے
گیا تھا بندہ جسم و روح کے ساتھ [۲۶۷] بِعَبْدِہٖ کا یہی مطلب کھلا ہے
بِعَبْدِہٖ کہہ کے فرمایا کہ لَیْلاً [۲۶۸] کہ تھوڑی رات میں سب کچھ ہوا ہے
کمی پر رات کے یوں فخر کرنا [۲۶۹] کبھی خوابوں کی دنیا میں ہوا ہے
نہ جانے اک مِنَٹ کے خواب میں کیا [۲۷۰] زمانہ دیکھتا ہے بھالتا ہے
یہاں تو رات کو دیکھا کہ ہے رات [۲۷۱] نہیں تو خواب میں دیکھا گیا ہے
مہینے کٹ رہے ہیں سال گزرے [۲۷۲] تو پھر دن رات کا کیا پوچھنا ہے
کھلی جب آنکھ ساری چیز غائب [۲۷۳] فسانہ خواب سارا بن گیا ہے
گھڑی دیکھی کہ سوئے دو بجے تھے [۲۷۴] تو ٹائم اب سوا دو کا ہوا ہے
مگر تم نے کسی نادان کو بھی! [۲۷۵] کبھی کہتے ہوئے اس کو سنا ہے
گیا آیا میں کلکتّہ سے رنگون [۲۷۶] منٹ دیکھا تو گزرا پندرہ ہے
جسے نادان بھی کہنے سے شرمائے [۲۷۷] کہے اللہ ، کب ممکن بھلا ہے؟
یہ سُبحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ [۲۷۸] تفاخُر کوٹ کر جس میں بھرا ہے
جو اس کو خواب کی باتیں بتائے [۲۷۹] خدا سے گویا کرتا مضحکہ ہے
مَعَاذَاللہ ، مَعَاذَاللہ ، تَوبہ [۲۸۰] مسلماں بن کے اور یہ کہہ رہا ہے!
سمجھنے کے لئے کافی سے زائد [۲۸۱] وہ ہے جو صبح کو ظاہر ہوا ہے

نبی سیرِ فلک ، کرتے بیاں ہیں [۲۸۲] تو جو کافر ہے سن کر ہنس رہا ہے
کہے کوئی بتاؤ راہ کا حال [۲۸۳] تو کوئی شکلِ اقصیٰ پوچھتا ہے
ابو جہل اس کی ہے تکذیب کرتا [۲۸۴] سوالوں پر سوال اُس نے کیا ہے
نبی نے یہ نہ فرمایا کسی سے [۲۸۵] کہ تھا سب خواب جو دیکھا سنا ہے
یہ کیوں ہر جرح کو سن کر نبی نے [۲۸۶] جواب اُن سب سوالوں کا دیا ہے
کیا بوبکر نے تصدیق بالغیب [۲۸۷] لقب صدیقِ اکبر ہو گیا ہے
جو شب کا واقعہ ہوتا منامی [۲۸۸] تو پھر یہ صبح کو کیا ہو رہا ہے
بھلا دنیا میں کوئی بھی کبھی بھی [۲۸۹] کسی کے خواب کو سنکر ہنسا ہے
کہیں ہوتی ہیں جرحیں خواب میں بھی [۲۹۰] کسی کا خواب جھٹلایا گیا ہے
کسی کے خواب کی تصدیق کر کے [۲۹۱] کوئی صدیقِ اکبر ہو سکا ہے
نبی کے طرز سے ہوتا ہے ظاہر [۲۹۲] نہیں ہے خواب جو فرما دیا ہے
عیاں کرتی ہے تکذیبِ ابوجہل [۲۹۳] کہ خواب اُس کو نہیں وہ جانتا ہے
خدا کی شان سے منکر ابوجہل [۲۹۴] سمجھ میں واقعہ کے بڑھ گیا ہے
ہوا ثابت کہ معراج منامی [۲۹۵] کہے جو ، خواب خود ہی دیکھتا ہے
رہی اب وہ روایت جس میں مروی [۲۹۶] ہے معراجِ منامی ، حق بجا ہے
اگر اس میں نہیں اِنکار اُس سے [۲۹۷] جو سُبۡحَانَ الَّذِیۡ فرما رہا ہے
الگ ہے ، ذکر ہے قرآں میں جس کا [۲۹۸] منامی واقعہ اک دوسرا ہے
جو سچ پوچھو تو معراج منامی [۲۹۹] ہوئی آقا کو میرے بارہا ہے
مگراک بار بھی قرآں نے ہم سے [۳۰۰] نہیں اُس کا کیا کچھ تذکرہ ہے

فقط اتنا ہے اُن سب کا خلاصہ [۳۰۱] نبی کا خواب بھی وحی السماء ہے
نہ باب المعجزہ میں ذکر اُن کا [۳۰۲] نہ تو تبلیغ اُسکی جا بجا ہے
مجھے اُس سے نہیں انکار ہرگز [۳۰۳] نبی خود ہی سراپا معجزہ ہے
مگر اُس میں بھی کوئی شک نہیں ہے [۳۰۴] کہ سر کچھ اور ہے، کچھ اور پا ہے
جو قرآں میں ہے اُس کی شرح مشہور [۳۰۵] حدیثوں میں ہے، ہر جا تذکرہ ہے
جہاں ہے ذکرِ معراجِ منامی [۳۰۶] وہی جانے گا جس نے یہ پڑھا ہے
حدیثوں کا کیا ہے جس نے دورہ [۳۰۷] تو یہ بھی سامنے آکر کھڑا ہے
جہاں استاد کے منہ سے سنا یہ [۳۰۸] مرے آقا کو ایسا بھی ہوا ہے
تو پھر بے قیل و قال و بحث و حجّت [۳۰۹] وہ پڑھنے والا آگے بڑھ گیا ہے
مگر جس کو کہ ہم کہتے ہیں معراج [۳۱۰] اُسے اوّل خدا فرما رہا ہے
دوئم آقا نے خود فرما دیا سب [۳۱۱] سوئم امّت کے گھر گھر تذکرہ ہے
سنا ہے ایک منکر کہہ رہا تھا [۳۱۲] سند مروی حدیثِ عائشہ ہے
یہ اُمُّ المومنیں کہتی ہیں (مجھ سے [۳۱۳] نہیں جسمِ نبی ہر گز گما ہے)
یہی اک آنکھ دیکھے کی گواہی [۳۱۴] شہادت ہی نہیں ہے ، فیصلہ ہے
کہ یہ معراجِ جسمانی کا قصّہ [۳۱۵] کسی نے دل لگی سے گڑھ لیا ہے
عجب منکر نے ہے حجّت نکالی [۳۱۶] کہ جس کی بات میں سر ہے نہ پا ہے
سناتا میں اُسے ہوں نصّ قرآں [۳۱۷] کہ جس کا مرتبہ سب سے بڑا ہے
اور اس کی شرح میں جو ہے روایت [۳۱۸] تواتُر کی طرح ذی مرتبہ ہے
عقائد میں اُنہیں کا نام آئے [۳۱۹] اُنہیں سے کام یہ دیں کا سدا ہے

بیاں کرتا ہے وہ ظنّی روایت [۳۲۰] جو آگے نصِّ قطعی کا ہوا ہے
وہاں لَاعِبْرَۃَ بِالظَّن حائل [۳۲۱] یہاں منکر کا ایماں جا رہا ہے
اِس استدلالِ منکر سے ہے ظاہر [۳۲۲] کہ اُس کو کچھ عِنادِ مصطفیٰ ہے
کہ قرآں تک کے سننے سے ہے بہرا [۳۲۳] یقیں کو چھوڑ کر ظن پر جما ہے
بڑی حیرت تو اُس پر ہے کہ اُس نے [۳۲۴] نہ سمجھا کیا حدیثِ عائشہ ہے
نکاح اُن کا مدینہ میں ہوا تھا [۳۲۵] کہ جب ہجرت کا قِصّہ ہو چکا ہے
بہت پہلے سے ہجرت کے مگر یہ [۳۲۶] ہوا معراج کا جو واقعہ ہے
ہے مکّہ ہی میں بیت اُمِّ ہانی [۳۲۷] یہیں ندوہ کا دفتر بھی رہا ہے
یہ کعبہ کا ہی ہے اک نام مسجد [۳۲۸] حرم ، اُس کو خدا فرمارہا ہے
حرم جب مطلقاً بولیں مسلماں [۳۲۹] تو کعبہ کہنا اُن کا مدعا ہے
نہ اُمُّ المؤمنیں سے گم ہوا گر [۳۳۰] مدینہ میں وجودِ مصطفیٰ ہے
لو اُس سے کیا اثر معراج پر ہو [۳۳۱] تعارض دونوں میں اب کیا رہا ہے
مدینہ کا بیاں کرتی ہیں وہ حال [۳۳۲] تو قرآں میں حرم کا واقعہ ہے
تعجب ہے کہ اُن کا قولِ مروی [۳۳۳] سَلَف کے پاس بھی پہونچا کیا ہے
مگر اُس سے کسی نے یہ نہ سمجھا [۳۳۴] کہ اُس میں ردِّ اِسریٰ ہو رہا ہے
کسی نے کہہ دیا متروک اُس کو [۳۳۵] تو کوئی وہ جسے میں نے کہا ہے
کسی نے وہ نہ سمجھا جس کو منکر [۳۳۶] سمجھ کر خواب میں برّا رہا ہے
یہی معراجِ حق اس پر ہے اجماع [۳۳۷] صحابہ کے زمانہ میں ہوا ہے
پھر اس کے بعد تو اجماعِ امّت [۳۳۸] ہمیشہ سے چلا ہی آرہا ہے

کہے اب بھی جو اسکو مختلف فیہ [۳۳۹] تو وہ قرآں سے گویا لڑرہا ہے
حدیثوں کا بھی وہ منکر ہے لاریب [۳۴۰] وہ اب اجماعِ امّت سے جدا ہے
ہمارے عالمانِ دین نے یہ [۳۴۱] بہت ہی سچ نہایت حق کہا ہے
جو منکر اب بھی ہے سیرِ فلک سے [۳۴۲] وہ ہے گمراہ وہ بھی بے حیا ہے
چلے جب مسجد اقصیٰ سے حضرت [۳۴۳] تو اب سیرِ فلک کی ابتدا ہے
بڑھا سَروِچمن کیسا خراماں [۳۴۴] فلک کی سمت رہوارِ رَفَع ہے
جھلک سی قدموں پر ہے ایک آئی [۳۴۵] پڑا ہر ایک آنکھیں مَل رہا ہے
سواری دور دولھا کی ہے پہونچی [۳۴۶] براتی جو ہے پیچھے رہ گیا ہے
موٹائی ہر فلک کی پانچ سو سال [۳۴۷] اور ہر دو میں بھی اتنا فاصلہ ہے
ملے کیا سب کو دم بھر سے بھی کم میں [۳۴۸] تَعَالٰی اللہ کیسا معجزہ ہے
بُراق اس شان سے جاتا ہے اوپر [۳۴۹] کہ جیسے لفٹ چھت پر چڑھ رہا ہے
ہے جاتا تار و ٹیلیفون جیسے [۳۵۰] رواں جیسے کہ ریڈیو کی صدا ہے
اشارے میں اشارہ جیسے جائے [۳۵۱] ھُوَامَرْجَعْ پہ گویا پھر رہا ہے
چلے ذہن مصفّا جس طرح تیز [۳۵۲] کہ جاتی لامکاں طبعِ ہُما ہے
ستارہ تک نظر جیسے ہے جاتی [۳۵۳] جو ہشتم آسماں میں جا بجا ہے
ثوابت کے فلک(تک ہے رسائی) [۳۵۴] جو ساتوں آسماں سے ماورا ہے
نگہ کے نور میں اتنی ہے تیزی [۳۵۵] اُسے کیا کہیے جو(نورِ خدا ہے)
ذرا رفتار کی گرمی کو سوچا [۳۵۶] بیابانِ خرد سب جل(چکا ہے)
چلا تھا وہم لے کر بال و پر کو [۳۵۷] گرا سینے کے بل خوں(تھوکتا ہے)

ابھی اٹھے تھے اقصیٰ سے کہ فوراً[۳۵۸] نظر کے سامنے باب السما ہے
کہا جبریل نے دروازہ کھولو[۳۵۹] محافظ پوچھنے کو یہ رکا ہے
تمھارے ساتھ کوئی اور ہے کیا[۳۶۰] یہ جلدی کیسی ہے تیزی یہ کیا ہے
کہا جبریل نے ہوں ساتھ جس کے[۳۶۱] مرا آقا محمد مصطفےٰ ہے
کُھلا در چرخِ اخضر کا تو اور بس[۳۶۲] کھڑے ہیں، لب پہ ان کے مرحبا ہے
کیا طے یوں ہی پھر ساتوں فلک کو[۳۶۳] ہر اک جا خیر مقدم بھی ہوا ہے
بڑھے سدرہ سے تو جبریل ٹھہرے[۳۶۴] کہا آقا نے کیوں جبریل کیا ہے
کہا جبریل نے اے میرے آقا ![۳۶۵] یہی سدرہ ہمارا منتہیٰ ہے
بڑھوں گر بال بھر بھی اس جگہ سے[۳۶۶] تو دیکھوں بال و پر سب جل گیا ہے
سنا اتنے میں عرشِ حق نے لے آج[۳۶۷] جو تیرا تاجِ سر ہے آرہا ہے
کہا آقا نے تیری انتہا سے[۳۶۸] مرے اعلیٰ سفر کی ابتدا ہے
کہا تب عرش نے صدقے میں اُن کے[۳۶۹] ہمارے سر پہ اُن کی کفشِ پا ہے
ہر اک قدسی بجا لاتا ہے مُجرا[۳۷۰] قدم کو عرشِ اعظم چومتا ہے
کہاں یہ اور کہاں وہ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ[۳۷۱] کلیم اللہ کا جو مَامَضیٰ ہے
قدم سے مصطفیٰ کے ہوگا پامال[۳۷۲] یہ تفسیرِ عَلَى الْعَرْشِ اِسْتَوىٰ ہے
سماں یہ تھا کہ ہاتف نے پکارا[۳۷۳] بڑھو ہر بند در تم پر کھُلا ہے
ندا تھی یَامُحَمَّد اِدْنُ مِنِّیْ ![۳۷۴] دو عالم ایسی قربت پر فدا ہے
تَعَالیٰ اللہ وہاں وہ لَنْ تَرَانِیْ[۳۷۵] یہاں یہ اِدْنُ مِنِّی کی صدا ہے
نہیں اک لَنْ تَرَانِیْ ، اُدْنُ مِنّیْ[۳۷۶] کجا لفظِ ''نہیں'' کہنا کجا ہے

فدا اس بے نیازی پر مری جاں[۳۷۷] نثار اُس حُب پہ دل کا ولولہ ہے
اُدھر سے ہے تقاضے پر تقاضا[۳۷۸] اِدھر دیکھو تو دل تھرّا رہا ہے
جلال و رُعب روکے ہیں قدم کو[۳۷۹] یدِحق دستگیری کر رہا ہے
بڑھے لیکن ادب سے رُکتے ڈرتے[۳۸۰] کہ دامن گیر خود اپنی حیا ہے
مگر رکنے میں بھی ہر دو قدم میں[۳۸۱] مکاں سے لا مکاں کا فاصلہ ہے
جو پوچھو عجز سے بڑھنا ہے کیسا[۳۸۲] تو جو کچھ ہے اُدھر سے ہو رہا ہے
خرد سے کہدو اپنا سر جھکا لے[۳۸۳] نہ جانے کون ! کس جانب گیا ہے
گماں والے گماں سے اب گزر جائیں[۳۸۴] جہت لالے میں یاں خود پڑ گیا ہے
مَتیٰ، اَینَ، اِلیٰ، کَیفَ ہے سب گم[۳۸۵] نہ منزل ہے نہ سنگِ مرحلہ ہے
بالآخر بحرِ ھُوَ سے ایک بجرا[۳۸۶] اُبھر کر ، سامنے آکر لگا ہے
دَنیٰ کی گودی میں لیکر ، فنا کا[۳۸۷] وہ لنگر ایک پل میں اُٹھ گیا ہے
بھرا مثلِ نظر ایسا طرارہ[۳۸۸] جمال اپنی نظر سے خود چھپا ہے
دَنیٰ تَدَلّیٰ کَا نَ قَا بَ قَوْسَیْنَ[۳۸۹] اَوْاَدْنیٰ ، کیا فنا ہے کیا بقا ہے
مقامِ واحدیت اللہ اللہ[۳۹۰] جہاں پر نام بھی دو کا مٹا ہے
فنا کا ہے بقا بالکل مرادف[۳۹۱] بقا کا ترجمہ اس جا فنا ہے
یہاں پر ہے مگر ہے ایک ہی ایک[۳۹۲] دوئی کا نام لینا بھی روا ہے
یہاں ہے غنچہ و گل اک، کلی میں[۳۹۳] ہے باغ اور پھول کا تکما لگا ہے
ہر اک جلوہ میں صدہا پردۂ ناز[۳۹۴] ہر اک پردہ میں جلوہ سو گنا ہے
جدائی وصل سے یاں ہے بغل گیر[۳۹۵] عجب ، بچھڑا جنم کا مل رہا ہے

زبانِ موج خشک اور صنف سے وہ [۳۹۶] بھنور کی آنکھ میں حلقہ پڑا ہے
ہے مرکز ، دائرہ ، میں فرق مشکل [۳۹۷] وصالِ خط سے فصلِ ''ب'' جدا ہے
وہی اوّل وہی آخر ہمیشہ [۳۹۸] وہی باطن وہی ظاہر سدا ہے
اُسی سے ملنے اُس کا اپنا جلوہ [۳۹۹] اُسی سے اُس کی جانب کو گیا ہے
بُنِ امکاں کے اے جھوٹے نقطوں ! [۴۰۰] تمھارا ذہن کیوں چکرا رہا ہے
کہاں سے کس طرف گزرا بتا دے ؟ [۴۰۱] جو کاغذ پر تمھارے دائرہ ہے
اِدھر سے نذرِ شاہی میں نمازیں [۴۰۲] زباں پر اِلتَّحِیَاۃ وَالثَّنَا ہے
اُدھر سے اَلسَّلَامُ وَ رَحْمَۃُاللّٰہ [۴۰۳] گلوئے پاک کا گھیرا بنا ہے
بچشمِ سر کیا دیدارِ بے کیف [۴۰۴] جو مَاضَلَ بھی ہے اور مَاغَوٰی ہے
وہ آنکھیں اللہ اللہ جن کا سُرمہ [۴۰۵] وَ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی ہے
ہوا ارشاد سَلْ مَا شِئْتَ مِنّیِ [۴۰۶] کہ بابِ جُود تم پر میرا وا ہے
کہا یَا رَبِّ ھَبْ لِیْ اُمَّتِی، بس [۴۰۷] یہی ہر وقت تجھ سے التجا ہے
تو فرمایا کہ اِنَا اور اَنْتِ [۴۰۸] تری خاطر ہے جو کچھ ما سِوا ہے
تمھارے ہاتھ میں ہے کشتیٔ خلق [۴۰۹] کہ جو ہے با خدا وہ (مصطفٰی ہے)
تجھے ہے پاسِ اُمّت ، مجھ کو تیرا [۴۱۰] گنہ گاروں کا اونچا سلسلہ ہے
تمھیں ہو سَوْفَ یُعْطِیْكَ مبارک [۴۱۱] فَتَرْضٰی جس کی تفریع و بِنا ہے
غرض لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللہ [۴۱۲] کہ وعدہ اِنَّآاَعْطَیْنَاكَ کا ہے
ہوئیں باتیں وہ آپس میں کہ جن کو [۴۱۳] فَاَوْحٰی وہ بھی مَا اَوْحٰی لکھا ہے
سکھا نے والے نے سب کچھ سکھایا [۴۱۴] دکھایا وہ جو اوروں سے چھپا ہے

جسے سکھلایا وہ ہے اعلم الخلق [۴۱۵] سکھانے والا خود ربُّ العُلا ہے
نہ استعداد میں شاگرد ہے کم [۴۱۶] نہ کچھ اُستاد قدرت میں گھٹا ہے
تاثر اور ہے تاثیر موجود [۴۱۷] اثر کے ہونے میں پھر کیا رہا ہے
جو منکر ہے معاذاللہ وہ بیشک [۴۱۸] کسی جانب کمی کو مانتا ہے
حبیب اس کا ہے، سارا غیب اُس کا [۴۱۹] اِجارہ دوسرے کا اِس میں کیا ہے
جو غیب الغیب تک پیشِ نظر ہو [۴۲۰] تو پھر کیا غیب میں رکھا چھپا ہے
لیا سب حافظہ میں لَوحِ محفوظ [۴۲۱] کہ جس میں خشک وتر کا تذکرہ ہے
یہ کیا مَا کا نَ ہے، ہے مَا یَکُوْنُ کیا [۴۲۲] کہ علمِ مصطفیٰ اُس سے بڑا ہے
سِدھارا سوئے جنت ماہ طیبہ [۴۲۳] چمک پر اب ستارہ خلد کا ہے
جو دیکھیں برجِ بطحا کے قمر کو [۴۲۴] زباں رضواں کی ہے اور مرحبا ہے
اِدھر حوریں اُدھر غِلمانِ جنّت [۴۲۵] نچھاور ہیں لبوں پر حبِّ ذا ہے
جو دیکھا خلد کو درجہ بدرجہ [۴۲۶] کہا پھر، نار کے طبقوں میں کیا ہے
ہوئے جب سیرِ تفصیلی سے فارغ [۴۲۷] کہا اُمت بھی محتاجِ عطا ہے
ہوا ارشاد یہ اُمت سے کہنا [۴۲۸] نمازوں کا تجھے تحفہ مِلا ہے
پچاس اوقات کی کرتا ہوں میں فرض [۴۲۹] پڑھیگا جو، تو پھر اُس کا خدا ہے
تری امّت کی ہے معراج اِس میں [۴۳۰] دعا اُس میں، اُسی میں مدعا ہے
چلے یہ تحفہ لے کر پھر حرم کو [۴۳۱] غمِ امت وہ کھینچے لا رہا ہے
کلیم اللہ ملے پھر راہ میں جب [۴۳۲] تو پوچھا بہرِ اُمّت کیا ملا ہے
کہا پنجاہ وقتہ کی نمازیں [۴۳۳] ہر اک اِن میں سے مفروض الادا ہے

کہا موسیٰ نے اے ختمِ رسالت [۴۳۴] قیام اُس پر بہت دُشوار سا ہے
بنی یعقوب کو دیکھا ہے میں نے [۴۳۵] پہلوانوں کا مجھ کو تجربہ ہے
رکوع اُن کی کمر کو توڑ ڈالے [۴۳۶] تو قعدہ سُن کے دل بیٹھا ہوا ہے
قرأت پر کوئی ہے بڑبڑاتا [۴۳۷] کوئی سجدہ کو سُن کر گر پڑا ہے
جو استقبالِ قبلہ کا ہوا حکم [۴۳۸] جسے دیکھو وہی منہ پھیرتا ہے
جماعت اور صف بندی کو سن کر [۴۳۹] ہر اک دل منتشر سا ہو گیا ہے
وضو اور غسل کا جب حکم آیا [۴۴۰] ہوئے سب خشک، منہ سوکھا ہوا ہے
توانا قوم کی حالت تو یہ تھی [۴۴۱] ضعیفوں کا تو بس حافظ خدا ہے
ہے امت آپ کی کمزور بے حد [۴۴۲] کمی ہوجائے تو اُس میں بھلا ہے
وہیں سے لوٹے پھر آقا دوبارہ [۴۴۳] پہونچکر کہدیا جو کچھ سنا ہے
ہوا فرماں، گھٹا دو پانچ یا دس [۴۴۴] تری آمد کی خاطر یہ ہوا ہے
جو پھر لوٹے ،ملے موسیٰ وہیں پر [۴۴۵] سنا بولے ابھی کیا کم ہوا ہے
گئے پھر کم کرایا اور لوٹے [۴۴۶] کلیم اللہ نے پھر واپس کیا ہے
یہاں تک کی رہی بس پنج وقتہ [۴۴۷] مگر موسیٰ نے پھر بھی یہ کہا ہے
کہ اب بھی سخت ہے کچھ اور کم ہو [۴۴۸] کہا اب تو مجھے آتی حیا ہے
یہ سن کر ہاتفِ غیبی یہ بولا! [۴۴۹] تمھاری شرم پر اب یہ عطا ہے
پڑھے گا جو نمازِ پنج وقتہ [۴۵۰] پچاس اوقات کی اُس کو جزا ہے
کلیم اللہ ہی کیوں ملتے تھے ہر بار؟ [۴۵۱] کوئی حکمت ہے کوئی فلسفہ ہے
وہی ہر بار لوٹاتے ہیں ، یہ کیوں ؟ [۴۵۲] اُنھیں اس بات میں کیا دیکھنا ہے

اُنھیں نے تو سنا تھا لَن تَرَانِیْ [۴۵۳] خیال آیا ،ہوا، جو کچھ ہوا ہے
مگر دوبارہ جائیں گے تو یہ بھی [۴۵۴] سنیں گے لَن تَرَانِی کی صدا ہے
مگر دیکھا تو یہ دیکھا کہ اُن پر [۴۵۵] مقفّل راستہ ہر دم کھلا ہے
کلیم اللہ نے دیکھا کہ بیشک [۴۵۶] حبیب اللہ کا رتبہ سوا ہے
کروروں [۱] منزلوں سے پھر کے دیکھا [۴۵۷] ابھی بس نور کا تڑکا ہوا ہے

ابھی زنجیرِ در تک میں ہے حرکت [۴۵۸] ابھی تک گرم پورا بسترا ہے
تھپیڑے روک دیتے جس کی زنجیر [۴۵۹] جو بستر ٹھنڈا کرتی وہ ہوا ہے
ہَوا کو حکم تھا رُک جا ، اِدھر دیکھ [۴۶۰] کہ کیسا میرا پیارا چل رہا ہے
نہ رُکتی سالہا زنجیر در کی [۴۶۱] نہ بستر دیکھتے ٹھنڈا ہوا ہے
کروروں راتیں بھی لیلا ہی رہتیں [۴۶۲] جب آتے دیکھتے سونا پڑا ہے
سفر نامہ ہوا ارشاد جس دم [۴۶۳] تو جس کافر کو دیکھو ہنس رہا ہے
معاند کررہا ہے اس کی تنقید [۴۶۴] مخالف کا مخالف تبصرہ ہے
کوئی بولا زمیں اُن سے نہ سنبھلی [۴۶۵] فلک پر حوصلہ اب چڑھ رہا ہے
کسی نے آکے جب حجّت طلب کی [۴۶۶] تو فرمایا ، تمھارا قافلہ ہے
ملا تھا مجھ کو اتنی راہ پر وہ [۴۶۷] فلاں دن تک وہ مکہ آرہا ہے
جو پوچھا مسجد اقصیٰ کی ہیئت [۴۶۸] کہ کے محراب ، کیسا طاقچہ ہے
اٹھا کر آگے لائے اُس کو قدسی [۴۶۹] نبی گن گن کے سب فرما رہا ہے

۱؎ کئے اودھی کے بمعنی کتنا

کہا بوبکر سے بوجہل نے یہ [۴۷۰] نبی کا حال تم نے کچھ سنا ہے
وہ سیرِ آسماں کے مدعی ہیں [۴۷۱] کہا سچ ہے، نبی نے گر کہا ہے
وہ دن کو رات کہدیں ، رات کو دن [۴۷۲] جو فرما دیں وہی رکھا ہوا ہے
مری آنکھیں ہوں جھوٹی کیا تعجب [۴۷۳] وہ جھوٹے ہوں، نہیں ممکن ذرا ہے
مرا ایمان ہے ایمان بالغیب [۴۷۴] کہ نا دیدہ تو میرا خود خدا ہے
اُسے مانا تو بس اتنے سے مانا [۴۷۵] کہ اُس کو مانتا شاہِ ہُدیٰ ہے
کیے ایمان کا یہ ہے خلاصہ [۴۷۶] نبی نے جو کہا وہ حق کہا ہے
ہوا صدیق اکبر نام اُن کا [۴۷۷] یہ تصدیقِ رسالت کی جزا ہے
پئے وصل ہر گز بے حُبِّ احمد [۴۷۸] طریقے مسلکے باشد نہ راہے
مرے مولیٰ! مرے آقا ! مرے شاہ [۴۷۹] ترا منگتا ترے در پر کھڑا ہے
شفیع آوردہ آمد بَر درِ تو [۴۸۰] ظلومے جاہلے نامہ سیاہ ہے
ترے دامن پہ جان و دل تصدق [۴۸۱] تری نعلین پر سب کچھ فدا ہے
ندیدہ دیدۂ روح الامیں ہم [۴۸۲] کسی شاہنشہی فی چوں تو شا ہے
سوا تیرے کوئی حامی و مددگار [۴۸۳] نہیں میرا جہاں میں دوسرا ہے
اسیرم، یا رسول اللہ اسیرم [۴۸۴] ندارم در جہاں جز توپنا ہے
مجھے اُن خلعتوں سے خاص حصہ [۴۸۵] وہاں جو دستِ اقدس سے بٹا ہے
شدم چوں امّت اَلْحَمْدُلِلّٰہ [۴۸۶] غمے دارم نہ فریادے نہ آ ہے
خداوندا ! کریما ! کار سازا ! [۴۸۷] مرا کوئی نہیں تیرے سوا ہے
میں بندہ اور تو ، بندوں کا معبود [۴۸۸] میں حاجت مند تو حاجت روا ہے

وسائل لے کے آیا ہوں ترے پاس [۴۸۹] کوئی آقا ، کوئی مشکل کشا ہے

لکھوں اک مطلعِ برجستہ اس دم [۴۹۰] درِ روح القدُس اِس وقت وا ہے

ولی ایسا کہ راس الاولیاء ہے [۴۹۱] نبی ایسا کہ جو بعد از خدا ہے

مری مشکل کو تو آسان کردے [۴۹۲] کہ تو قادر ہے تو عقدہ کُشا ہے

اقامت پر مجھے دے استقامت [۴۹۳] بچا اُس سے کہ جس میں کچھ رِیا ہے

تجھی کو پوجوں کَاَنِّیْ اَرَاكَ [۴۹۴] یہی احسان ، مطلوبِ گدا ہے

بچا تو ایسی ہر نیکی بدی سے [۴۹۵] کہ جس میں کِبُر کا کچھ شائبہ ہے

جو چاہے ، دیکھ لے گا انشاء اللہ [۴۹۶] طریقہ میرے مرنے کا جدا ہے

مرا اللہ ہے اور کعبۂ دل [۴۹۷] محمد لب پہ ہے اور خاتمہ ہے

بس اے سیّد محمّد کی یہی رات [۴۹۸] شبِ معراجِ محبوبِ خدا ہے

میں ہوں مدّاحِ مدحت میرا مقصود [۴۹۹] نہ جانوں کیا ردیف و قافیہ ہے

صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا محمد و آلہ و اصحابہ و اخوانہ من الانبیاء رسل ربہ و بارک و سلّم

تشبیب سوم

تمہید ذکر میلاد شریف

بیاں اوپر جو کچھ ہو چکا ہے [۵۰۰] کوئی قصہ نہیں ہے ، واقعہ ہے
نہیں معراج میں حیرت کا موقع [۵۰۱] کہ مرکز اپنی ، ہر شے کھینچتا ہے
کوئی ڈھیلا اٹھا کر اونچا پھینکو [۵۰۲] تو دیکھو گے زمیں پر گر پڑا ہے
جھکاؤ جس طرف شعلہ کو چاہو [۵۰۳] مگر پاؤ گے ، اوپر جا رہا ہے
ہر اک شے اپنے مرکز کو ہے جاتی [۵۰۴] کشش کا مسئلہ مانا ہوا ہے
گیا نورِ خدا گر عالمِ نور [۵۰۵] تو حیرت کیا ہے استعجاب کیا ہے
تعجب ہے ، تو اس پر ہے کہ وہ نور [۵۰۶] زمیں پر کس طرح پیدا ہوا ہے
یدِ قدرت کی ہے تحریکِ قسریٰ [۵۰۷] کہ نوراللہ ہم میں آ گیا ہے
اٹھائی چند ساعت کو وہ تحریک [۵۰۸] جہاں کا تھا وہاں وہ کھچ گیا ہے
ہوئی تحریکِ قسری پھر دوبارہ [۵۰۹] چلا آیا ، جہاں پیدا ہوا ہے
تنِ بے سایہ کا سایہ نہ ہونا [۵۱۰] اُسی نورانیت کا معجزہ ہے

بیاں معراج کا میں کر رہا تھا ۵۱۱ زباں پر نامِ میلاد آ گیا ہے
یہ ہے وہ ذکر جس میں یہ طریقہ ۵۱۲ مسلمانانِ عالَم کا رہا ہے
سنا میلاد کو جس دم تو ہر اک ۵۱۳ پئے تعظیم دیکھو گے کھڑا ہے
سعودی ہو نہ تم ہو دیو بندی ۵۱۴ تمھیں تعظیم سے انکار کیا ہے
جو منکر ہیں ،عقیدے سے اب ان کو ۵۱۵ انھیں اسلام سے کیا واسطہ ہے
مثل مشہور ہے مردود والی ۵۱۶ درود اُن میں نہ اُن کا فاتحہ ہے
انھیں ہے زر کشی کرنی ، لڑا کر ۵۱۷ کہ روزی اُن کی جو ہے تفرقہ ہے
بحمداللہ تم ہو اہل سنّت ۵۱۸ تمھارا دین عِزِّ مُصطفٰی ہے
ملائک بھی کھڑے تھے صف بہ صف جب ۵۱۹ مَنا ، میلادِ جانِ آمنہ ہے
کھڑے ہوکر پڑھو صَلوٰۃ مل کر ۵۲۰ بیانِ آمدِ خیر الورٰی ہے
یہی ہوتا ہے ہر دن ، رات گو آج ۵۲۱ شبِ معراجِ محبوبِ خدا ہے

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یا نبی سلام علیک یارسول سلام علیک

یا حبیب سلام علیک صلواۃ اللہ علیک

یَارَؤُفَ الْمُو مِنِیْنَ ۵۲۲ یَا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ

یَارَحْمَۃَ لِلْعٰلَمِیْنَ اب دکھا دیجئے مدینہ

یانبی سلام علیک

قبلۂ و کعبہ و اقصیٰ ۵۲۳ مستوی بر عرش اعلیٰ

زیب آغوش تدَلی اے شب اِسرا کے دولھا

یانبی سلام علیک

تخت والے تاج والے ۵۲۴ حکم والے راج والے

بیکس و محتاج والے اے مرے معراج والے

یانبی سلام علیک

سرور و سلطانِ عالم ۵۲۵ زیبِ بخش عرش اعظم

آمنہ کے لعل و نیلم اے خدیجہ بی کے بالم

یانبی سلام علیک

اے مدینہ کے بسیّا ۵۲۶ لا مکاں کے تم جوَیّا

ہے بھنور میں موری نیّا کون ہے تم بِن کھِویّا

یانبی سلام علیک

تم ہو بحر و بر کے آقا ۵۲۷ خشک کے ہر تر کے آقا

کہتر و مہتر کے آقا سیّد مضطر کے آقا

یانبی سلام علیک

یانبی سلام علیک

نعت نامے

(قارئین کا ردِعمل)

صبیح رحمانی

مدیر نعت رنگ کراچی

اسلام علیکم

جہان نعت کا تازہ شمارہ موصول ہوا- یاد فرمائی و کرم نوازی پر ممنون ہوں

انتساب کے لیے مجھ سے بڑے اور اہل نعت شناس موجود تھے ان کو ان کا حق ملتا تو خوشی ہوتی بہر حال آپ کی محبت کا شکریہ۔

مضامین اور شاعری کا انتخاب مزید کڑا ہونا چاہئے اب آپ کی اور آپ کے رسالے کی شہرت ہو چکی ہے اس لیے اس سے توقعات بھی وابستہ ہو رہی ہیں۔ جہان نعت کی مسلسل اشاعت آپ کے عزم و استقامت کو ظاہر کرتی ہیں اہل علم سے لکھوانے کی کوشش کریں تا کہ موضوع پر سنجیدگی سے لکھنے پڑھنے کی فضا قائم ہو مجھے پتہ ہے یہ دشوار کام ہے مگر آپ جب رسالے میں اچھے مضامین شایع کریں گے تو قارئین اور قلمکاروں کا اک حلقہ بن جاے گا آپ کی محنت قابل داد ہے مگر رسالے میں معتبر لکھنے والوں کو شامل کرنے کی کوشش بھی مدیر کی زمہ داریوں میں شامل ہے زیر نظر شمارے میں رشحت قلمی صاحب نے جس مضمون پر بعض اعتراضات کیے ہیں وہ قابل توجہ ہیں ایسے کج فہم اور نا سمجھ لوگوں سے رسالے کی ادبی حیثیت متاثر ہوتی ہے اور سنجیدہ قاری جو پہلے ہی مذہبی اصناف کی طرف رغبت نہیں رکھتا وہ دور ہو جاتا ہے اگر آپ چاہیں تو اک گوشہ بنا کر اس میں نعت رنگ میں شامل ہونے والی تحریروں کو بھی شایع کر سکتے ہیں اس سے آپ کو نعت پر بہتر لوازمہ مل جاے گا میری دعائیں اور تعاون آپ کے ساتھ رہے گا اللہ آپ کو مزید کامیابیاں اور استقامت عطا فرماے آمین

برادرِ محترم جناب غلام ربانی فدؔا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

جہانِ نعت برائے جنوری تا جون ۲۰۱۵ء باصرہ نواز ہوا۔اس عنایت کے لیے شکرگزار ہوں۔ یہ شمارہ صوری حسن اور معنوی جمال کے ساتھ اس قدر دل پذیر ہے کہ تعریف کے لیے الفاظ ہی نہیں مل رہے۔

مشمولات میں سبھی چیزیں معیاری اور وقیع ہیں۔خصوصاً تحقیقی مقالات اور نقد ونظر کے تحت سبھی مضامین اور تبصرے نہ صرف لائقِ مطالعہ ہیں بلکہ چشم کشا اور بصیرت افروز بھی ہیں۔اس کے علاوہ ماضی کے جھروکوں سے اور بازیافت کی افادیت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ان محاسن کے پیشِ نظر اگر یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ ’’جہانِ نعت‘‘ اب صحیح معنوں میں ’’نعت رنگ‘‘ کانعم البدل ہوگیا ہے۔لامحالہ کہا جاسکتا ہے کہ ’’نعت رنگ‘‘ کو جو عالمی مقبولیت حاصل ہے وہی مقبولیت اب ’’جہانِ نعت‘‘ کے حصے میں بھی آنے والی ہے۔اتنا خوبصورت اور معیاری شمارہ پیش کرنے پر دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت بخشے اور ’’جہانِ نعت‘‘ کو بقائے دوام حاصل ہو۔

ایک حمد اور دونعتِ پاک ارسالِ خدمت ہیں۔اگر کسی قابل لگیں تو آئندہ شمارے کی زینت بنا کر شکریہ کا موقع عطا فرمائیں۔

خیر طلب

سعید رحمانی

(ایڈیٹر ادبی محاذ۔دیوان بازار کٹک۔753001 (اڑیسہ)

حیدر مظہری

کول بازار بلاری 583102 (کرناٹک)

بخدمت

غلام ربانی فدآ مدیر اعلیٰ" جہان نعت" ہیرور(کرناٹک)

محبی۔ السلام علیکم

امید ہے آپ بخیر ہیں۔ ابھی ابھی بذریعہ ڈاک سے" جہان نعت" مجلہ برائے ماہ جنوری تا جون۔ 2015 ہدست ہوا سرورق دیکھتے ہی جی خوش ہوا...اور ...دل سے دعا نکلی کہ اللہ آپ کی محنتوں کو صلۂ عظیم سے نوازے اور پرچہ کے ساتھ آپ کو بھی شہرت کا بلند مقام عطا کرے۔ آمین...اور میرے لئے یہ بڑی

خوشی کی بات ہے کہ میری طویل خاموشی کے باوجود آپ نے مجھے یاد رکھا اور اذکار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس تحفے سے نوازا.....بہت بہت۔شکریہ

آپ کے حلقہ احباب میں تمام کو میرا اسلام سنایئے گا۔

خیر اندیش آپ کا

حیدر مظہری

تاج اشرفی

نعت میں محتاط رویوں کی ضرورت کو ہمیشہ محسوس کیا گیا، لیکن دورِ موجود میں یہ ضرورت کچھ زیادہ بڑھ گئی ہے کہ پہلے عام طور پر وہ لوگ نعت کہتے تھے جن کا فطری رجحان اس موضوع کی طرف ہوتا تھا اور وہ دینی تعلیم رکھتے تھے۔لیکن ہندو پاک میں ہر شاعر نعت کہنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے اور نعت کے موضوعات میں بہت وسعت آ رہی ہے۔اس لیے نعت میں احتیاط کے تقاضوں کو سامنے لانے کی ضرورت بہت زیادہ ہوگئی ہے۔غالباً یہی محسوس کرتے ہوئے آپ (غلام ربانی فدآ) نے اس کام کے لیے بڑے بھرپور انداز میں قدم بڑھایا ہے۔آپ قرآن پاک اور حدیث مبارکہ پر گہری نگاہ رکھتے ہیں اور ادبیات کا مطالعہ بھی وافر ہے، نئے اور تازہ پہلوؤں کو بھی سامنے لانا ہے۔

جہان نعت اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے۔اور ان شاء اللہ اپنے مقصد میں ضرور کامیابی حاصل کرلے گا۔